تعویذ کی شرعی حیثیت





پروفیسر سید طالب الرحمٰن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب ـــــــــ تعویذ کی شرعی حیثیت
مصنف ـــــــــ پروفیسر طالب الرحمٰن
تعداد ـــــــــ ایک ہزار
اشاعت ـــــــــ بار دوم
صفحات ـــــــــ ۱۰۰
ناشر:۔ المعہد العالی للدراسات الاسلامیۃ والعصریۃ راولپنڈی
طابع:۔ ناز کو آرٹ پرنٹرز لیاقت روڈ راولپنڈی

پہلے مجھے پڑھیئے

قارئین میں سے کسی کے ذہن میں یہ بات نہ سماجائے کہ ہم تعویذ فروشوں کی حمایت میں کمر بستہ ہیں۔ حاشا وکلا اور یہ رسالہ بھی ان تعویذ فروشوں کی حمایت میں نہیں ہے جنھوں نے تعویذ فروشی کو کاروبار بنا کر دکانیں سجا رکھی ہیں اور گاہکوں کے منتظر بیٹھے ہیں اور غریب عوام سے تعویذوں کی ہزاروں کے حساب سے قیمت وصول کر رہے ہیں اور تعویذ نویسوں کے ان آستانوں کو تعویذ کی خواہشمند نوجوان لڑکیاں بھڑکیلے لباس زیب تن کئے آنکھوں سے شرم وحیا کا پردہ اتارے، چہروں پر میک اپ کی تہیں جمائے، عریانی وفحاشی کے اڈوں میں بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ تعویذ لینے والیاں گھروں سے بن ٹھن کر نکلتی ہیں اور

لا تبرجن تبرج الجاهلية الاولى (الأية)

کا مذاق اڑاتی ہیں اور تعویذ گر بھی عورتوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر منہ مانگا نذرانہ وصول کرتا ہے اور ان کی چہل پہل سے میلے کی رونق دوبالا ہوتے دیکھ کر محظوظ ہوتا ہے۔ منکرات اور فواحش کا دور دورہ اور برسر عام "العیان تزنیان" کا مظاہرہ ہوتا ہے اور صرف دنیا کا خسارہ ہی نہیں رش کی وجہ سے نمازیں ضائع کر کے آخرت بھی برباد کر لیتا ہے۔ "خسر الدنیا والآخرة"

سمجھ میں نہیں آتا

1۔ ان منکرات کو دیکھ کر بھی ہونٹوں کو تالے لگا لینا کس شریعت کا مسئلہ ہے؟
2۔ تعویذ فروشی کے لئے رب کے ایام میں سے دن مخصوص کر لینا کہاں آیا ہے؟
3۔ تعویذوں کو زعفران سے لکھنا کس حکیم کا وطیرہ ہے؟
4۔ مریض کے قد کے برابر دھاگا ماپ کر اس کا چھوٹا بڑا کرنا شعبدہ بازی نہیں تو اور کیا ہے؟

اور ظلم کی انتہا اس وقت ہوتی ہے جب تعویذ فروش قرآنی و غیر قرآنی تفریق ختم کر دیتا ہے۔ وسیلے کے تعویذ بھی منظر عام پر آتے ہیں اور شرکیہ تعویذ بھی بکنے لگتے ہیں۔ صرف یہی نہیں تعویذ فروش رب کی صفات کا حامل بن جاتا ہے کاروبار چمکانے کیلئے تعویذ دیتا ہے اور بھول جاتا ہے

"یبسط الرزق لمن یشاء" (الآیة)

"رزق کی کشادگی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

مصائب دور کرنے، بگڑی بنانے اور مشکلات کو دور کرنے کے تعاویذ بھی فروخت ہوتے ہیں اور اللہ کی صفات کا انکار کر دیا جاتا ہے کہ "یکشف السوء" مصائب ختم کرنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اولاد نرینہ کے خواہشمند ازواج کو بھی تعویذ سے نوازا جاتا ہے اور اس آیت سے آنکھیں بند کر لی جاتی ہیں کہ

"یہب لمن یشاء اناثا و یہب لمن یشاء الذکور اویزوجھم ذکرانا واناثا" (الآیة)

"جس کو چاہے لڑکیاں اور جس کو چاہے لڑکے او جس کو چاہے لڑکیاں اور لڑکے ملے جلے دے اور جس کو رب نے اولاد نہ دی ہو اس کو بھی تعویذ تھما دیتا ہے۔ اور نہیں سوچتا کہ یہ فیصلہ بھی رب کا ہے۔

"و یجعل من یشاء عقیما" (الشوریٰ آیت ۵۰)

اور پھر یہیں پر بس نہیں سعودیہ کے ویزے کے لئے خاوند کو تابع کرنے کے لیئے اور بہت سی خرافات کیلئے تعویذ عطا کئے جاتے ہیں۔ کیا قرآن کے نزول کا مقصد یہی تھا کہ اس کے تعویذ بنا کر سرمایہ اکٹھا کرو۔ مردوں کو بلٹی کرو اور قسم اٹھانے کیلئے عدالت میں رکھو۔

ہم یہ باتیں اس لئے نہیں لکھ رہے کہ ہمارے نزدیک بھی قرآنی تعویذ شرک، کفر اور ناجائز ہے بلکہ اس لئے لکھ رہے ہیں کہ یہ کاروبار ناجائز ہے۔ جس طرح دم جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اس کا کوئی اسی طریقے سے کاروبار کرے تو ہم اسے بھی اسی طرح مطعون کریں گے۔ یہ رسالہ لکھنے کا مقصد بھی افراط و تفریط ختم کرنا اور لوگوں کو سلف کے اس

نظریے سے متعارف کروانا ہے جو اعتدال کی راہ ہے۔ جس میں نہ تو قرآنی تعویذ کو کفر و شرک کہا گیا اور نہ ہی اس طرح کاروبار کی اجازت دی۔ قرآنی تعویذ کو کفر و شرک کہنا بھی جہالت ہے۔ اور اس کا اس طرح کاروبار کرنا بھی ناجائز۔ ہم مسرت محسوس کریں گے اگر کوئی اصلاح امت کے لیئے اس رسالے کا علمی انداز سے جواب دے اور قلم کی لغزشوں، جس سے کوئی بھی دامن نہیں بچا سکتا، کی نشاندہی کر کے ہمیں رجوع کرنے کا موقع دے۔

سید طالب الرحمٰن

لیکچرر اسلامیات، زرعی بارانی کالج،

عثمانی- السلام علیکم

محمدی- و علیکم السلام -سنائیے کیسے مزاج ہیں-

عثمانی- الحمدللہ- اللہ کا بہت احسان ہے-

محمدی- آج بھولے سے ادھر کارخ کیسے کرلیا، خیریت تو ہے؟

عثمانی- قرآنی تعویذ کے بارے میں آپ کی رائے دریافت کرنا تھی- کیا یہ جائز ہے؟

محمدی- کیوں نہیں- اس میں ناجائزوالی کون سی بات ہے-

عثمانی- کیا قرآنی تعویذ کا شرک ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ

"من تعلق تميمة فقد اشرک"

جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا-

محمدی- آپ کو یہ کس نے بتلایا کہ اس حدیث کا یہی ترجمہ بنتا ہے؟

عثمانی- سب اس کا یہی ترجمہ کرتے ہیں کیا تمیمہ کا معنیٰ تعویذ نہیں؟

محمدی- آپ کو کسی نے بہت بڑی غلط فہمی میں ڈال دیا ہے- تمیمہ کا معنی تعویذ نہیں منکے ہیں جیسا کہ مختلف کتابوں میں ہے-

(I) صاحب منجد کہتے ہیں-

"التميمة جمع تمائم و تميمات خرزة او مايشبهها" (ص ٦٢ المنجد)

تمیمہ کی جمع تمائم اور تمیمات آتی ہیں اور تمیمہ منکے یا اس سے ملتی جلتی چیزوں کو کہا جاتا ہے-

۲- ابن اثیر فرماتے ہیں-

"التمائم جمع تميمة وهى خرزات" (النهايه ص ١٩٨- ج ١)

تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور وہ منکے ہیں-

۳- یہی بات طاہر احمد الزاوی کہتے ہیں-

"كالتمائم لخرزة" (القاموس المحيط ص ٣٨٠- ج ١)

۴- یہی معنیٰ علامہ ناصر الدین البانی نے حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۲۸۵- ج ۲ پر

۵-۶ علامہ منذری اور ابوالسعادات کا قول فتح المجید ص ۱۲۰ پر

۷- علامہ شوکانی نے نیل الاوطار ص ۲۱۲-ج-۸ پر

۸- امام بیہقی نے السنن الکبریٰ ص ۳۵۰-ج-۹ پر

۹- علامہ عبدالرزاق نے مصنف عبدالرزاق ص ۲۰۸-ج- ۱۱ پر

۱۰- اور ابن حجر نے فتح الباری ص ۱۶۶-ج- ۱۰ پر

۱۱- یہی بات لسان العرب ص ۷۰-ج- ۱۲ پر

۱۲- الصحاح للجوہری میں ص ۱۸۷۸-ج،۵ پر

۱۳- اور حاشیہ کنز العمال ص ۷۳-ج- ۱۰ پر ہے کہ "التمیمہ ھی الخرزۃ" تمیمہ کا معنیٰ منکا ہے

۱۴- صاحب لسان العرب نے ابو منصور کا یہ قول بھی نقل کیا ہے

"قال ابو منصور- التائم واحد تھا تمیمة و ھی خرزات" (ص۷۰- ج-۱۲)

تمائم کی واحد تمیمہ ہے اور وہ منکے ہوتے ہیں-

۱۵- اسی طرح علامہ خطابی تمیمے کا معنیٰ بیان فرماتے ہیں-

"وھی ما یعلق با عناق الصبیان من خرزات و عظام" (فتح المجید ص ۱۲۷)

تمیمہ ان ہڈیوں اور منکوں کو کہا جاتا ہے جو بچوں کے گلے میں لٹکائی جاتی ہیں-

عثمانی- کیا تمیمہ کا معنیٰ تعویذ کسی نے نہیں کیا؟

محمدی- تمیمہ کا معنی تعویذ کوئی کیسے کر سکتا ہے کیوں کہ تعویذ تو مصدر ہے- عوذ یعوذ سے جس کا معنیٰ پناہ مانگنا ہے اور اگر تمیمے کا معنیٰ تعویذ ہوتا جو شرک ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تعویذ کی تعلیم کیوں دیتے؟

عثمانی- کیا کہا اللہ کے رسول نے تعویذ کی تعلیم دی- یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

محمدی- آپ خود پڑھ لیں

" وعن شتیر بن شکل بن حمید عن ابیہ قال قلت یا نبی اللہ

علمنی تعویذاً اتعوذبہ قال قل اللھم انی اعوذ بک من شر سمعی و شر بصری و شر لسانی و شر قلبی و شر منیی" (بحوالہ ابو داؤد، مشکوٰہ ص ۲۱۷) ولہ روایتہ عن علی ص ۱۲۱- ج- ۶، مرعاۃ المفاتیح)

صحابی فرماتے ہیں "اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے تعویذ سکھائیے تاکہ میں اس سے پناہ حاصل کروں- آپ نے فرمایا کہہ- اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں اپنے کان، آنکھ، زبان، دل اور خواہشات کے شر سے- اسی قسم کی روایت حضرت علی سے بھی مروی ہے- (اس حدیث کی تخریج کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں-

ایک اور حدیث میں اللہ کے رسول نے ایک تعویذ کی ان الفاظ میں تعریف کی

"فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عوذ وا انفسکم و نساءکم و اولادکم بھذا التعویذ فانہ لم یعوذ المتعوذون بمثلہ" (کنزالعمال ص ۱۹۵- ج،۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا- "اپنی جان، اولاد اور اپنی عورتوں کیلئے اس تعویذ کے ذریعے پناہ پکڑو کیونکہ کسی پناہ پکڑنے والوں نے اس جیسی چیز کے ساتھ پناہ نہیں پکڑی- کیا اب بھی آپ تمیمے کا معنی تعویذ ہی کریں گے؟

عثمانی- نہیں نہیں! کیونکہ ان احادیث میں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آ گئی کہ تعویذ کسی کو مطلق اللہ کی پناہ میں دینے کو کہتے ہیں- تو کیا تعویذ اور تمیمہ کا آپس میں کوئی تعلق ہے؟

محمدی- معنی کے لحاظ سے تو واقعی کوئی تعلق نہیں- ہاں یہ بات ہے کہ تمیمہ کا معنی تو تعویذ نہیں بلکہ تمیمہ کو تعویذ بنا لیا جاتا ہے یعنی اسے پناہ کے طور پر لٹکایا جاتا ہے جیسا کہ لسان العرب میں ہے-

"تمیمة قال ابو منصور ارادالخرز الذی یتخذ عوذاً" (ص ۷۰- ج،۱۲)

"تمیمہ سے مراد وہ منکا ہے جسے تعویذ بنا لیا جاتا ہے"

عثمانی- واقعی تمیمہ کا معنیٰ تعویذ تو نہیں بنتا مجھے تو بہت حیرت ہوئی- حالانکہ میں نے تو جتنے علماء کو سنا وہ اس کا یہی معنیٰ کرتے ہیں کیا یہ بھی لغت میں سے استدلال کرتے ہیں؟

محمدی- لغت کی کتابوں میں ان کا ہاتھ کیسے پڑسکتا ہے جبکہ لسان العرب کے مصنف نے تو یہاں تک کہہ دیا-

"ولم اربین الاعراب خلافاً ان التمیمة هی الخرزة نفسها و علی هذا مذهب قول الائمه" (لسان العرب ص ۷۰- ج ۱۲)

"اعراب میں اس بات پر کسی کا اختلاف نہیں کہ تمیمہ فی نفسہ منکوں کو کہا جاتا ہے اور یہی مسلک ائمہ لغت کا بھی ہے-

عثمانی- اچھا یہ بتایئے کہ تمیمہ شرک کیسے بنتا ہے؟

محمدی- پہلے آپ شرک کی تعریف کریں- شرک کہتے کسے ہیں؟

عثمانی- شرک اللہ کی ذات، صفات اور احکام میں غیر کو شریک کرنے کو کہتے ہیں،

محمدی- تو پھر سمجھ لیجئے- شافی اللہ کی صفت ہے جیسا کہ ابراہیم کا یہ قول قرآن نے نقل کیا ہے-

"فاذا مرضت فهو یشفین (الآیة)

"جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ (اللہ) مجھے شفا دیتا ہے-"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

"اذهب الباس رب الناس و اشف انت الشافی لاشفاء الاشفاءک" (الحدیث)

لوگوں کے رب- بیماریوں کو دور کر شفا عطا فرما کیوں کہ تو ہی شافی ہے تیری شفا ہی شفا ہے-"

اور مشرکین تمیمے کو شافی سمجھتے- ان کے نزدیک بچوں کو نظر بد اور بد روحوں سے تمیمہ ہی بچاتا تھا جیسا کہ منجد میں ہے-

"کان الاعراب یضعو نها علی اولادهم للوقایة من العین و دفع

الارواح" (ص ۶۴)

اعراب اپنی اولاد کو نظر بد اور بد روحوں سے بچانے کے لیے ان کے گلے میں تمیمہ لٹکا دیتے تھے-"

عثمانی- کیا مشرکین کے اس اعتقاد کی وجہ سے یہ شرک بنتا ہے؟

محمدی- جی ہاں! جیسا کہ ابن اثیر فرماتے ہیں-

"کانهم یعتقدون انها تمام الدواء و الشفاء و انما جعلها شرکاً لانهم ارادوا بها دفع المقادیر المکتوبة علیهم فطلبوا دفع الاذی من غیر الله الذی هو دافعه" (ص ۱۹۸- ج۱، النهایه)

گویا کہ وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ تمیمہ ہی دوا اور شفاء ہے اور تمیمہ کو اللہ کا شریک بنا دیا اور اس وجہ سے انہوں نے تمیمہ کے ذریعے اپنی اس تقدیر کو جو لکھ دی گئی مٹانا چاہا اور بیماریوں کو دور کرنے کے لیئے غیر اللہ کے طالب ہوئے حالانکہ وہی (اللہ) تکالیف کو دور کرنے والا ہے-"

اور تقریباً اسی قسم کی بات لسان العرب میں ہے-

"کان الاعراب یعلقو نها علی اولادهم ینفون بهاالنفس والعین بزعمهم فابطله الاسلام وجعلها ابن مسعود من الشرک لانهم جعلوا واقیة من المقادیر والموت و ارادوا دفع ذلک بها و طلبوا دفع الاذی من غیر الله الذی هو دافعه فکانهم جعلواله شریکاً فیما قدر و کتب من آجال العباد والاعراض التی تصیبهم و لادافع لماقضی ولا شریک له تعالیٰ" (ص ۷۰ ج ۱۲)

"اعراب تمیمہ کو اپنی اولاد کی گردنوں میں لٹکاتے اور اپنے خیال میں اس سے نظر بد سے بچاتے- اسلام نے اسے باطل قرار دیا- اور ابن مسعود نے اسے شرک قرار دیا- کیونکہ انہوں نے تمیمہ کو تقدیر اور موت سے بچنے کے لئے استعمال کیا- اور تمیمہ سے اس کو دفع کرنا چاہا اور تکالیف کو دور کرنے میں غیر اللہ کو چاہا حالانکہ اللہ ہی دافع ہے گویا کہ اللہ کا

شریک بنادیا۔ تقدیر بندوں کی موت اور ان تکالیف میں جو ان کو پہنچنے والی ہیں اور اللہ کے فیصلے کو مٹانے والا کوئی نہیں اور اس کا کوئی شریک نہیں وہ بلند ذات ہے۔

عثمانی۔ تو کیا ان کو تمیمے سے شفاء نصیب ہوجاتی تھی؟

محمدی۔ شفاء تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اس کا وقت مقرر ہے جس طرح اللہ قبروں پر جانے والوں کو شفاء دیتا ہے اسی طرح ان کو بھی دیتا تھا لیکن ان کا یہ ایمان تھا کہ شفا تمیمہ سے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ابن اثیر فرماتے ہیں

"ینفون بها العین فی زعمهم فابطلها الاسلام" (ج۔۱ ص ۱۹۷۔ النهایہ)

"اپنے گمان میں وہ تمیمہ کے ذریعے نظر بد سے بچتے۔ اسلام نے اسے باطل قرار دیا۔

عثمانی۔ یہ بتلایئے کہ تمیمے کا تو ہر طرح سے استعمال شرک ہوگا پھر لٹکانے کو کیوں خاص کیا؟

محمدی۔ لٹکانا خاص نہیں کیا عرب کے رواج کے مطابق فرمایا جیسا کہ ابن اثیر فرماتے ہیں۔

"کانت العرب تعلقها علی اولاد اهم" (ص ۱۹۸ ج۔۱۔ النهایہ)

"عرب تمیمے کو بچوں کے گلے میں لٹکادیتے تھے"

اور یہی بات القاموس المحیط اور لسان العرب میں ہے۔

"تنظم فی السیر ثم یعقد فی العنق" (ص۔۲۸۰۔ ج۔۱، ص۔۷۰۔ ج۔۱۲)

منکوں کو دھاگے میں پرو کر گلے میں لٹکادیا جاتا تھا۔"

ع۔ تو کیا قرآنی تعویذ اور دعائے احادیث کے علاوہ تعویذ تمیمہ کہلاتے ہیں؟

م۔ تعویذ قرآنی ہوں یا غیر قرآنی ان کو تمیمہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ تمیمہ کا معنی منکے ہونے میں کسی اہل لغت کا اختلاف نہیں۔ اسی لیئے محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی نے "دلائل الخیرات" کے مصنف الشیخ الجزولی کے قرآنی تعویذ کو تمیمہ کہنے کے دعویٰ کا رد کیا ہے۔

البانی صاحب ان کا کلام پیش کرتے ہیں۔

"و نفعت التمائم" و تاویل الشارح (الدلائل) بان التمائم جمع

تمیمة و هی الورقة التی یکتب فیها شی من الاسماء اوالآیات و تعلق علی الرأس مثلاً للتبرک (سلسلہ احادیث الصحیحة ۸۱۰۔ ج۔۱)

"تمائم تمیمہ کی جمع ہے اور اس سے مراد وہ کاغذ ہے جس پر اسماء الٰہی یا قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں اور اسے تبرک کی لیے سر وغیرہ پر لٹکایا جائے"

اب البانی صاحب اس کلام کا رد ان الفاظ میں کرتے ہیں

"فما لا یصح لان التمائم عند الاطلاق انما هی الخرزات کما سبق عن ابن الاثیر علی انه لوسلم بهذاالتاویل فلا دلیل فی الشرع علی ان التمیمة بهذا المعنی تنفع" (سلسلہ احادیث الصحیحہ ص ۸۱۰۔ ج۔۱)

"یہ درست نہیں ہے کیونکہ تمائم سے مراد صرف منکے ہوتے ہیں جیسا کہ اس سے قبل ابن اثیر سے بیان ہوچکا ہے تاہم اگر اس تاویل کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو پھر بھی اس امر کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں کہ اس مفہوم کا تمیمہ مفید ہوتا ہے۔"

لیکن شرکیہ تعویذ تمیمہ والی علت پائے جانے کی وجہ سے اس زمرے میں آجائیں گے اور وہ علت غیر اللہ سے شفاء کا طلب کرنا ہے جیسا کہ حجر و شجر کے پوجنے میں۔ بتوں والی علت پائی جاتی ہے یعنی غیر اللہ کی عبادت

عثمانی۔ لیکن ابراہیم نخعی تو قرآنی یا غیر قرآنی تعویذات پر تمیمہ کا اطلاق کررہے ہیں۔

"تمیمة من القرآن و غیر القرآن"

یعنی قرآنی و غیر قرآنی تعویذ تمیمہ کہلاتے ہیں۔"

محمدی۔ دراصل پہلی بات تو یہ ہے کہ ابراہیم نخعی فقہ کے امام تھے لغت کے امام نہ تھے۔ اس لئے فقیہ کی بات ائمہ لغت کے مقابلے میں حجت نہیں جیسے میری اور آپ کی بات حجت نہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ شرکیہ تعویذات میں تمیمہ والی علت پائی جاتی ہے اس علت کی وجہ سے اس پر تمیمہ کا اطلاق ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ صاحب عون المعبود تمیمے کا اطلاق ان تعویذوں پر کرتے ہیں۔

"التی لا یکون فیها اسماء الله تعالیٰ و آیاته المتلوة و الدعوات

المأثورة تعلق علی الصبیٰ" (عون المعبود ص ۱۱، ج-۴)

"جن میں اللہ کے نام، قرآنی آیات اور احادیث کی دعائیں نہیں ہوتیں اور ان کو بچوں کے گلے میں لٹکا دیا جاتا ہے۔"

ایک جگہ صاحب عون المعبود اس کی یوں وضاحت کرتے ہیں۔

"والمراد من التمیمة ما کان من تمائم الجاهلیة رقا ها ان القسم الذی یختص باسماء الله تعالی و کلماته غیر داخل فی جملته" (عون المعبود ص ٦- ج-۴)

"تمیمے سے مراد جاہلیت کے زمانے کے منکے اور رقی ہیں اور وہ قسم جس میں اللہ کے نام اور کلمات کا ذکر ہو وہ تمیمے کے زمرے اور وعید میں نہیں آتے۔"

علت کے اسی اصول کو مدنظر رکھ کر یہ حدیث سمجھئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی۔

"اللهم لا تجعل قبری وثنا یعبد" (الحدیث)

"اے اللہ میری قبر کو معبد بننے سے محفوظ رکھنا"

قبر بت تو نہیں لیکن عبادت کی وجہ سے بت بن جاتی ہے یعنی اس میں وہ علت پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے بت کو بت کہتے ہیں۔ اور وہ عبادت ہے ابراہیم نخعی کا شرکیہ تعویذات پر تمیمہ کا اطلاق کرنا تو صحیح ہے لیکن قرآنی تعویذ کو تمیمہ کہنا ان کی غلطی ہے کیونکہ اس میں تمیمہ والی علت مفقود ہے اور اللہ کے کلمات سے پناہ پکڑنا سنت سے ثابت ہے۔

عثمانی۔ آپ نے تو اپنی بات کو صحیح کرنے کے لیے ابراہیم نخعی کی غلطیاں نکالنی شروع کر دیں۔

محمدی۔ وہ کوئی نبی تو نہیں کہ معصوم عن الخطاء ہوں۔ کیا وائل بن حجر کے بارے میں یہ قول انہی کی طرف منسوب نہیں۔

"انه اعرابی" (کتاب الآثار ص ۲۱، لابی یوسف)

"وہ دیہاتی، جنگلی بدو تھا" کیونکہ اعرابی کی تعریف خود ابراہیم نخعی یوں کرتے ہیں۔

"اعرابی لا یعرف شرائع الاسلام" (جامع المسانید ص ۳۵۸۔ ج- ۱)

"یعنی وائل بن حجر اعرابی تھے اور ان کو شرائع اسلام کا علم بھی نہیں تھا"

شارح جامع المسانید ابراہیم نخعی کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"لا یعرف الاسلام"

"وائل بن حجر کو تو اسلام کا علم ہی نہ تھا"

الشیخ محمد عابد السندھی ابراہیم نخعی کی اس بات کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"و لیس هذا انصاف من ابراهیم۔ فمایحق مثل هذا الصحابی ان یقال منه انه اعرابی لان الغالب علی الاعراب هو الجفاء و عدم الاطلاع لحقائق الاشیاء و اما من کان من ملک فلیس شانه" (المواهب اللطیفه ص ۲٦۰۔ ج۱)

ابراہیم نخعی کی تنقید وائل بن حجر کے بارے میں انصاف پر مبنی نہیں ہے۔۔ اس جیسے صحابی کے بارے میں جائز نہیں کہ یہ کہا جائے کہ وہ بدو تھا۔ کیونکہ اعراب کا معنیٰ طبیعت کی سرکشی، سختی اور اشیاء کی حقیقت سے ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے اور جو خود بادشاہ ہو اس کی حالت ایسی نہیں ہوتی۔ غلطیاں تو ابراہیم نخعی کی بے شمار ہیں۔ چند ایک ملاحظہ فرمائیں مثلاً وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کو شیطانی عمل کا نام دیتے ہیں۔ اس سنت کو حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں۔

"اذا صلی رکعتی الفجر اضطجع علی شقه الایمن" (مشکوٰہ ص ۲۷۳۔ ج-۱، بحوالہ بخاری، مسلم)

"جب فجر کی سنتیں ادا کر لیتے تو اپنی دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔"

یہ تو تھی سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کیلئے حکم بھی سن لیں جسے حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں۔

"اذا صلی احدکم رکعتی الفجر فلیضطجع علی یمینہ"
(مشکوۃ ص ۳۷۸- ج-۱، بحوالہ ترمذی، قال حدیث حسن صحیح وقال البانی اسنادہ صحیح مشکوۃ- ص ۱،۳۷۸)

"جب تم میں سے کوئی فجر کی سنتیں ادا کرے وہ اپنی دائیں کروٹ لیٹے"

یہ تو تھا حکم اور پہلے گذر گئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت- اب ابراہیم نخعی کی اس بارے میں رائے سن لیں-

"حد ثنا وکیع عن سفیان عن الحسن بن عبیدۃ عن ابراہیم قال ھی ضجعۃ الشیطان" (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۴۸- ج۲)

"ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ یہ شیطان کا لیٹنا ہے-"

پہلے تو برسے تھے وائل بن حجر پر، پھر طعن کیا نبی کی سنت پر، ایک جگہ برستے ہیں ابوہریرہ پر کہ وہ غیر فقیہہ تھے- امام ذہبی ابراہیم نخعی کی اس بات کو رد کرتے ہوئے ان کی قابلیت کا بھی تذکرہ کرتے ہیں-

"وکان لا یحکم العربیۃ و ربما لحن و نقموا علیہ قولہ" لم یکن ابو ہریرۃ فقیھاً" میزان الاعتدال" ص ۷۵- ج-۱)

"ان کی اپنی عربیت اچھی نہ تھی اور عبارت میں بیشتر غلطیاں کرتے تھے علماء نے ان کے قول پر اعتراض کیا ہے کہ "ابوہریرہ فقیہہ نہ تھے"

غلطیاں تو ایک طرف رہ گئیں جب ان کی عربی بھی ایسی ویسی ہی تھی اور غلطیاں کرتے تھے تو اگر محدثین اور ائمۃ لغت کے خلاف یہ تمیمے کا اطلاق قرآنی و غیر قرآنی تعویذ پر کریں تو ان کی کون سنتا ہے- اب سنائیے آپ کا کیا خیال ہے جب ان سے اتنی عظیم غلطیاں ہو سکتی ہیں کہ وہ وائل بن حجر جیسے جلیل القدر صحابی کو بدو، اور ابوہریرہ کو غیر فقیہہ کہہ سکتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو شیطانی عمل سے موسوم کرتے ہیں اور جبکہ وہ عبارت میں غلطیاں بھی کرتے تھے تو یہ تو چھوٹی سی غلطی ہے کیا یہ ممکن نہیں-

عثمانی- اس قسم کی باتیں سن کر تو ہر شخص کہہ سکتا ہے کہ بڑے بڑے علماء سے بھی غلطی

ہو سکتی ہے- اچھا مجھے یہ بتلائیے جو شخص قرآن کے ذریعے اللہ سے پناہ مانگتا ہے کیا یہ غیر اللہ سے پناہ مانگنے میں داخل نہیں؟

محمدی- قرآن کے ذریعے پناہ مانگنے کو غیر اللہ سے پناہ مانگنے کے مترادف کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص کہے

"واستعینوا بالصبر والصلوۃ" (الآیۃ)

نماز کے ذریعے مدد مانگنا شرک ہے کیونکہ یہ غیر اللہ سے استعانت طلب کرنا ہے ورنہ قرآن تو اللہ کا کلام ہے اور یہ اللہ کی صفت ہے- اسی نظریے کے لئے تو امام احمد بن حنبل ظلم و ستم برداشت کرتے رہے مگر قرآن کو اللہ کی صفت کہنے سے منہ نہ موڑا- اس لیئے اس کے ذریعے پناہ مانگنا اللہ سے ہی پناہ مانگنا ہے--- غیر اللہ سے نہیں- اور اسے شرک کہنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی کعبے کی طرف منہ کر کے عبادت کرنے کو شرک کہے-

عثمانی- تو کیا ہم قرآن کو بطور تعویذ کے استعمال کر سکتے ہیں؟

محمدی- کیوں نہیں جبکہ قرآن غیر اللہ نہیں بلکہ اس کی صفت ہے جیسا کہ صاحب عون المعبود فرماتے ہیں-

"ولا یدخل فی ھذا التعوذ بالقرآن والتبرک والاستشفاء بہ لانہ کلام اللہ سبحانہ والاستعاذۃ بہ ترجع الی الاستعاذۃ باللہ اذھو صفۃ من صفات ذاتہ" (عون المعبود ص ٦، خ - ۴)

"قرآن کی پناہ اور اس کے ذریعے تبرک اور شفاء حاصل کرنا غیر اللہ سے یہ چیزیں مانگنے میں داخل نہیں- اس لیے کہ یہ اللہ کا کلام ہے- اور اس کی پناہ حاصل کرنا دراصل اللہ کی پناہ حاصل کرنا ہے کیونکہ یہ ذات الہی کی صفات میں سے ایک صفت ہے اور اسی قسم کی بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے- حضرت عثمان "سورہ اخلاص" کے ذریعے پناہ پکڑنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں-

"ومن تعوذ بھا فقد تعوذ بنسبۃ اللہ رضیھا لنفسہ" (الحکیم عن عثمان) کنز العمال ص ۱۸۵- ج ۵)

"جو اس سورۃ کے ذریعے پناہ پکڑتا ہے پس تحقیق وہ اللہ کی اس نسبت سے پناہ پکڑتا ہے جس پر وہ اپنے لئے راضی ہے۔"

جب اللہ کے کلمات سے پناہ پکڑنا ثابت ہے تو محدثین عظام نے اس سے یہ استدلال کیا۔

"ان الکلام غیر مخلوق قالوا لانہ، ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ، استعاذ بکلمات اللہ امر بذلک ولهذا نهی العلماء عن التعازیم والتعاویذ التی لا یعرف معناها خشیة ان یکون فیها شرک" (تفسیر ستاری ص ۲۹۔ ج۔۱)

"کہ کلام اللہ غیر مخلوق ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمات الٰہیہ کے ساتھ خود بھی استعاذہ کیا اور امت کو بھی حکم دیا۔ اسی واسطے علماء اسلام نے ان دم جھاڑوں اور تعویذات کے استعمال سے منع کر دیا جن کے معنی معلوم نہ ہوں اس ڈر سے کہ ان میں شرک نہ ہو۔"

اسی طرح ان کلمات کے ذریعے پناہ مانگنا جائز ہے جو احادیث میں بطور تعویذ کے وارد ہوئے مثلاً

"اعوذ بکلمات اللہ التامات" (بحوالہ موطا امام مالک، مشکوۃ ص ۲۱۸)

"میں اللہ کے تمام کلمات سے پناہ پکڑتا ہوں"

یا جیسے بخاری میں آیا ہے

"کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعوذ الحسن و الحسین اعیذ کما بکلمات اللہ التامة" (بحوالہ بخاری مشکوۃ ص ۱۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حسین کو (ان الفاظ کے ذریعے) پناہ دیتے کہ میں تمہیں اللہ کے مکمل کلمات کے ذریعے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں"۔

عثمانی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن سے شفاء کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔ نہ یہ دوائی ہے کہ کھائی جائے اور نہ یہ مرہم ہے کہ اوپر لگایا جائے۔ اور نہ ہی ایسا INSTRUMENT ہے

کہ اس سے ریز نکلتی ہیں اور انسان کے جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ قرآن شفاء تو ہے لیکن

"شفاء لما فی الصدور" (الآیة)

"یعنی روحانی بیماریوں کا علاج ہے نہ کہ جسمانی"

محمدی۔ قرآن جہاں روحانی علاج ہے وہاں جسمانی علاج بھی ہے۔

عثمانی۔ اس کی دلیل کیا ہے؟

محمدی۔ اس کی دلیل عبداللہ بن مسعود کا یہ فرمان ہے۔

"علیکم بالشفائین العسل و القرآن" (مشکوۃ ص ۳۹۱ بحوالہ ابن ماجہ)

"قرآن اور شہد کو شفا کے لئے لازم پکڑو"

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا

"فی فاتحة الکتاب شفاء من کل داء" (مشکوۃ ص ۱۸۹ بحوالہ دارمی)

"سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری کے لئیے شفا ہے"

اسی طرح امام ابن ماجہ پہلے تو یہ باب باندھتے ہیں

"باب الاستشفاء بالقرآن"

قرآن سے شفاء حاصل کرنے کا باب" پھر مندرجہ ذیل حدیث لاتے ہیں۔

"عن (۱) علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الدواء القرآن" (ابن ماجہ ص ۲۵۸) ۱۔اس کی سند میں حارث ضعیف ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن بہترین دوا ہے"

اسی طرح حضرت عائشہ فرماتی ہیں "اعالجها بکتاب اللہ۔ (کنز العمال ۵/۱۸۲)

"میں اس بیماری کا علاج کتاب اللہ سے کرتی ہوں"

اور کنز العمال میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرۃؓ سے ان الفاظ سے بھی ہے۔

"فمن لم یشفه القرآن فلا شفاه اللہ" (کنز العمال ص ۱۸۲۔ج۔۵)

"جس کو قرآن سے شفاء نہیں آتی اس کو اللہ شفا یاب نہیں کرتا"

یہ تمام احادیث دلیل ہیں اس بات کی کہ قرآن اور شہد دونوں میں جسمانی شفا ہے۔

عثمانی۔ تو کیا ہم قرآنی تعویذ کی طرح شہد کی بوتل لٹکالیں تو آرام آجائے گا؟

محمدی ہر چیز کو ایک ہی طریقے سے استعمال کرنا عقلمندی نہیں۔ اچھا یہ بتلائیے دم جس کے آپ بھی قائل ہیں اگر شہد کا دم کر دیا جائے تو آرام آجائے گا؟

عثمانی۔ بالکل نہیں۔ اس کو تو کھانے سے ہی آرام آئے گا۔

محمدی۔ تو کیا قرآن کو کھانے سے آرام آئے گا یا اس کے دم سے شفاء ہو جائے گی۔

عثمانی۔ دم سے بھی شفا ہو جاتی ہے۔

محمدی۔ تو دم کیا دوائی ہے کہ کھائی جائے یا مرہم ہے کہ اوپر لگایا جائے یا ایسی مشین ہے جس سے ریز نکل کر بیمار جسم پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں۔ یہ تو ایک طریقہ علاج ہے جسے طب ربانی کہا جاتا ہے جیسا کہ ابن التین فرماتے ہیں۔

"ھو الطب الربانی فاذا کان علی لسان الابرار من الخلق حصل الشفاء باذن اللہ تعالیٰ" (تفسیر العزیز الحمید ص ۱۶۶۔ ج۱)

"یہ طب ربانی ہے پس جب مخلوق میں سے نیک لوگوں کی زبان سے دم کیا جائے تو اللہ کے حکم سے شفاء ہو جاتی ہے"

اسی طرح علامہ قسطلانی فرماتے ہیں۔

"الطب الروحانی اقویٰ من الطب الجسمانی فلما عز ھذاالفن فزع الناس الی الطب الجسمانی (قسطلانی شرح بخاری)

"طب روحانی طب جسمانی سے قوی ہے جب یہ فن عزیزالوجود ہو گیا تو لوگ طب جسمانی کی طرف مائل ہو گئے

عثمانی۔ لیکن قرآنی آیات کا دم تو حدیث سے بھی ثابت ہے۔

محمدی۔ تو کیا اللہ کے رسول نے یہ نہیں فرمایا۔

"ان الرقیٰ والتمائم والتولة شرک" (مشکوٰۃ ص ۳۸۷۔ بحوالہ الرقی ابو داؤد)

"بے شک رقیٰ (دم) تمائم (منکے) اور تولہ (جادو) شرک ہیں"

کیا اس حدیث میں دم یعنی "رقیٰ" کو شرک قرار نہیں دیا گیا۔

عثمانی۔ واقعی شرک کہا گیا ہے تو پھر صحابی نے اس کافر سردار پر دم کیوں کیا؟

محمدی۔ اس کا جواب تو آپ کو فتوے کی صورت میں دینا چاہیئے تھا ویسے میں آپ کو سمجھائے دیتا ہوں۔ تمائم ہوں یا رقیٰ، یہ شرک اس لئے ہیں کہ اس میں غیر اللہ سے شفاء طلب کی جاتی ہے۔ رقیٰ میں زمانہ جاہلیت کے شرکیہ الفاظ تھے۔ جیسا کہ حاشیہ مشکوٰہ پر ہے۔

"قد نھی عن الرقیٰ عسیٰ ان یکون فیھا من الفاظ الجاھلیة فانتھی الناس عن الرقیٰ فرخص لھم فیھا اذا عریت عن الفاظ الجاھلیة" (مشکوٰۃ ص ۳۸۸)

"رقیٰ سے اس لئے منع کیا ممکن ہے کہ رقیٰ میں جاہلیت کے الفاظ ہوں۔ اس لئیے لوگ رقیٰ سے رک گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان رقیٰ کی رخصت دے دی جو جاہلیت کے الفاظ سے خالی تھے۔"

اسی طرح جب صحابہ کرام نے یہ ممانعت سنی تو فوراً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کو حضرت جابر روایت کرتے ہیں۔

"قال نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الرقیٰ فجاء آل عمر و بن حزم فقالوا یا رسول اللہ انه کانت عندنا رقیة نرقی بھا من العقرب و انت نھیت عن الرقیٰ فعرضوھا علیه فقال ما اریٰ بھا بأساً من استطاع منکم ان ینفع اخاہ فلینفعه" (مشکوٰۃ ص ۲۱۶، بحوالہ مسلم)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رقیٰ کی ممانعت کر دی تو آل عمرو بن حزم عرض کرنے لگے "اللہ کے رسول! ہمارے ہاں ایک دم ہے جس سے ہم بچھو کے کاٹے کا علاج

کرتے ہیں۔ اور آپ نے رقی سے منع کر دیا ہے تو پھر انہوں نے وہ دم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس میں کوئی برائی نہیں پاتا۔ جو تم میں سے اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ فائدہ پہنچائے"

عثمانی۔ لازمی بات ہے کہ یہ دم قرآنی آیت یا دعائے احادیث میں سے ہی ہو گا۔

محمدی۔ حدیث کا متن آپ کا ساتھ نہیں دیتا۔ دیکھئے "کانت عندنا" کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں کہ یہ دم آل عمرو بن حزم کے خاندان میں پہلے کا چلا آ رہا ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دم کو سن کر یہ فرمانا "ما اریٰ بھا بأساً" کوئی حرج نہیں" اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ قرآنی آیت یا حدیث میں وارد شدہ دعا نہ تھی۔

عثمانی۔ ممکن ہے کہ وہ قرآنی آیت یا دعا ہو؟

محمدی۔ ممکنات کے تذکرے میں شک جھلکتا ہے ویسے میں آپ کا یہ شک بھی دور کیئے دیتا ہوں۔ شفاء بنت عبداللہ فرماتی ہیں۔

"دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم و انا عند حفصة فقال الا تعلمين هذه رقية النملة كما علمتيها الكتابة" (مشكوة ص ۳۹۰ بحواله ابو داؤد"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور میں حضرت حفصہ کے پاس بیٹھی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ تم حفصہ کو نملہ کا دم نہیں سکھا دیتی جیسا کہ تم نے اس کو لکھنا سکھایا ہے"

غور کیجئے یہ دم قرآنی آیات اور احادیث رسول کی دعاؤں سے ہوتا تو امہات المومنین دوسروں کو یہ دم سکھاتیں کیونکہ لامحالہ ان چیزوں سے یہ زیادہ واقف تھیں۔ شفا بنت عبداللہ جو دم سکھا رہی ہیں۔ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ زمانہ جاہلیت کا غیر شرکی دم تھا۔ اگر آپ کے شکوک و شبہات ابھی رفع نہیں ہوئے تو لیجئیے یہ حدیث بھی سن لیجئے۔ عوف بن مالک الاشجعی روایت کرتے ہیں۔

"کنا نرقی فی الجاهلية فقلنا يا رسول الله كيف ترى فى ذلك فقال اعرضوا على رقاكم لا بأس بالرقى مالم يكن فيه شرك" (مشكوة

۳۱۶۔ بحوالہ مسلم)

"کہ ہم جاہلیت کے زمانے میں دم کیا کرتے ہیں یا رسول اللہ آپ کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مجھ کو اپنے دم سناؤ! (دم سن کر آپ نے فرمایا) رقی میں کوئی حرج نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔"

اس حدیث نے ہر ایسے دم کی اجازت دے دی جو شرکیہ نہ ہوں۔ بے شک وہ زمانہ جاہلیت کے ہی کیوں نہ ہوں جبکہ قرآن و حدیث کا نزول تک نہ ہوا تھا۔ اس حدیث کو حافظ ابن حجر پیش کر کے لکھتے ہیں

"ففيه اشارة الى علة النهى (فتح البارى پ ۲۸ ص ۱۸۲)

اس حدیث میں دم سے منع کرنے کی علت کی طرف اشارہ ہے۔

عثمانی۔ اس کا تو مطلب یہ ہوا کہ دم کے لیئے قرآنی آیات یا احادیث کی دعاؤں کی شرط لگانا غلط ہے۔

محمدی۔ جی ہاں! افضل تو وہی دم ہے لیکن جائز یہ بھی ہیں۔ اب آیئے اسی حدیث کی طرف کہ "ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک" کہ جس میں رقی تمائم اور تولہ کو شرک کہا گیا۔ اب رقی وہی شرک ہوں گے جس میں شرکیہ الفاظ ہوں اور اس میں غیر کو اللہ کا شریک بنایا جائے۔ اس لیئے ہم کہتے ہیں کہ قرآنی تعویذ احادیث کی دعاؤں کا تعویذ اور وہ۔۔۔۔ جس میں اللہ سے ہی مانگا جائے۔ کو شرک کہنا بہت بڑی جہالت ہے کیونکہ نہ یہ ذات ہیں نہ صفات ہیں اور اور نہ احکام میں شرک ہے۔ اسی طرح روضۃ الندیہ شرح الدرر البہیہ میں ہے۔

"والقواعد الملية لا تدفعها مالم يكن فيه شرك لا سيماً اذا كان من القرآن اوالسنة اوما يشبهها من التضرعات الى الله تعالى و كل حديث فيه نهى عن الرقى، والتمائم و التولة فمحمول على مافيه شرك اوانهماک فى التسبب بحيث يغفل عن البارى جل شانه" (ص ۲۳۹)

"قواعد ملیہ تعویذات کے مانع نہیں جب تک کہ ان میں شرک نہ ہو۔ خصوصاً جبکہ وہ

قرآن و حدیث میں سے ہوں یا ایسے جن میں اللہ تعالیٰ ہی سے مانگا جائے (ان کا استعمال جائز ہے) جن احادیث میں رقی، تمائم اور تولہ کی ممانعت آئی ہے وہ تعویذات شرکیہ پر محمول ہیں جو باری تعالیٰ جل شانہ، سے غفلت کا باعث اور سبب بنیں۔

عثمانی۔ اچھا آپ اس حدیث کا کیا کریں گے جس میں ہے۔

"من تعلق شیأ فقد وکل الیہ" (ترمذی)

"جس نے کسی چیز کو لٹکایا اس کو اسی کے سپرد کر دیا جائے گا"

محمدی۔ یہ بتلایئے اگر کوئی شخص کوئی چیز لٹکانے سے تو پرہیز کرے، جیب میں رکھ لے یا باندھ لے تب بھی اسی پر یہ فتویٰ لگے گا۔

عثمانی۔ اس کا ہر طریقے سے استعمال شرک ہوگا۔

محمدی۔ یہ بتلایئے کہ اگر کوئی شخص قرآن کی کوئی آیت کندہ کروا کر انگلی میں پہن لے تو بھی شرک ہوگا۔

عثمانی۔ اس کا یہ فعل بھی شرکیہ ہوگا۔

محمدی۔ پھر لگایئے فتویٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیئے کہ انہوں نے انگوٹھی پر "محمد رسول اللہ" کندا کروا کر انگلی میں پہن رکھی تھی" (مشکوٰۃ لالبانی بحوالہ بخاری و مسلم ص ۱۲۵۳-ج-۲)

اور "محمد رسول اللہ" قرآن کی آیت بھی ہے۔

عثمانی۔ اللہ کے رسول نے علاج کے لئے تو پہنی ہوئی نہیں تھی وہ تو مہر تھی۔

محمدی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہاں لکھا ہے کہ قرآن کی آیت علاج کیلئے لٹکانا یا پہننا شرک ہے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ "من تعلق شیأ" کی تفسیر دوسری روایات میں آ گئی۔ جب صحابی سے کہا گیا "الا تعلق شیأ" تو شیأ کی تفسیر دوسری روایت میں یوں آئی۔

" الا تعلق تمیمۃ" (ابو داؤد، بحوالہ مشکوۃ ، لالبانی ص ۱۲۸۵۔ ج-۲)

یعنی تمیمہ کیوں نہیں لٹکالیتے"

اب تمیمہ کے الفاظ میں بھی ابہام رہا۔ لہذا علامہ سیوطی نے ابن جریر سے کنز العمال میں ایک

روایت ذکر کی۔

"فقیل لہ، الا تعلق علیہ خرزاً فقال لو علمت ان نفسی تکون فیہ ما علقتہ، ثم قال ان نبی اللہ نہانا عنہ" (کنز العمال ۱۹۵/۵۔ ابن جریر و صححہ،)

"جب عبداللہ بن حکیم کو کہا گیا کہ آپ منکا کیوں نہیں لٹکا لیتے تو انہوں نے جواب دیا اگر مجھے یہ بات معلوم بھی ہو جائے کہ اس (منکے) میں میری زندگی ہے تب بھی نہیں لٹکاؤں گا۔ پھر عبداللہ بن حکیم نے کہا کہ بے شک اللہ کے نبی نے ہمیں اس سے منع کیا ہے"

اس روایت میں تمیمہ کے لفظ کی وضاحت ہو گئی کہ وہ منکا تھا اور لوگ اسی منکے کو لٹکانے کا مشورہ دیتے تھے اور صحابی نے بھی یہی جواب دیا کہ اللہ کے نبی نے اسے (منکے کو) لٹکانے سے منع کیا ہے۔ اس تفصیل سے پتہ چلا کہ ہر چیز لٹکانا ممنوع نہیں۔ ممنوع وہی ہے جس کی ممانعت حدیث میں آ گئی۔ اور منکا لٹکانا اس لیئے شرک ہے کہ مشرکین اسے ہی شافی مانتے ہیں۔

عثمانی۔ تعویذ لینے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ فلاں کے تعویذ سے آرام آگیا۔ انہوں نے بھی شافی اللہ کی بجائے تعویذ کو تسلیم کیا اور اللہ سے توکل اٹھا گیا۔

محمدی۔ ایلو یا ہومیو پیتھک علاج کروانے والے بھی یہی کہتے ہیں کہ فلاں ڈاکٹر کی دوائی سے آرام آیا ہے تو کیا تمام ہسپتال بند کر دیئے جائیں شرک کا فتویٰ لگا کر۔

عثمانی۔ پھر اس مسئلے کا حل کیا ہے؟

محمدی۔ مسلمانوں میں ایسا شخص کوئی نہیں جو اللہ کو شافی ماننے کی بجائے تعویذ یا دوا کو شافی مان لے۔ لیکن لوگ سبب بول کو مسبب مراد لے لیتے ہیں۔ جیسا کہ ابن عباس مندرجہ ذیل آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"فلا تجعلوا للہ انداداً و انتم تعلمون" (الآیۃ)

"اللہ کے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تم جانتے ہو"

"الانداد هو الشرک اخفیٰ من دبیب النمل علی صفاة سوداء فی ظلمة الیل و هو ان تقول لولا کلیبة هذه لاتانا اللصوص۔ ولولا البط فی الدار لا تانا اللصوص" (کتاب التوحید ص ۳۲۰)

"انداد کا معنیٰ شریک کرنا ہے اور یہ اتنا مخفی ہے جیسے کہ سیاہ چیونٹی اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چلے اور (انسان کا یہ قول بھی شرک ہے) کہ تم کھو کہ اگر یہ کتیا نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آجاتے اور اگر گھر میں بطخ نہ ہوتی تو ہمارے ہاں چور آجاتے"

جیسے یہ الفاظ شرک کے زمرے میں آتے ہیں کہ اگر کتیا یا بطخ نہ ہوتے تو چور آجاتا۔ لیکن یہاں کھنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح دوا کے معاملے میں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"الشفاء فی ثلث فی شرطہ محجمة او شربة عسل، اوکیة بنار" (مشکوة ص ۳۸۷ بحوالہ بخاری)

"تین چیزوں میں شفاء ہے۔ فصد کروانا، شھد کا پینا، آگ سے داغنا"

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

"فی الحبتہ السوداء شفاء من کل داء الاالسام" (مشکوة ص ۳۸۷۔ بحوالہ بخاری و مسلم)

"کلونجی میں موت کے علاوہ ہر چیز کی شفاء ہے"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھمبی کے بارے میں فرمایا

"وماؤها شفا للعین" (مشکوة ص ۳۹۱۔ بحوالہ ترمذی)

"کہ اس کا پانی آنکھ کے لئیے شفاء ہے"

ان تمام احادیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ کھنے میں "کہ فلاں تعویذ یا دوائی سے مجھے آرام آگیا ہے" کوئی حرج نہیں جبکہ کھنے والے کا عقیدہ ہو کہ شافی تو اللہ ہے یہ سبب ہیں شفاء کے اور اللہ نے ان میں شفاء رکھی ہے۔ جیسا کہ کنز العمال میں ہے۔

"ان اللہ شفانی و لیس برقیکم" "کنز العمال ص ۱۸۲۔ ج-۵"

"شفاء مجھے اللہ نے دی ہے تمہارے دم سے نہیں"

اور جیسا کہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

"وان یعتقد ان الرقیة لا توثر بذاتھا بل بذات اللہ تعالیٰ" (فتح الباری ص ۱۶۶۔ ج-۱۰)

"اور وہ شخص یہ اعتقاد رکھے کہ دم بذاتہ موثر نہیں بلکہ اللہ اسے موثر بنا دیتا ہے"۔

بات بہت دور چلی گئی گفتگو ہو رہی تھی کہ جس نے جو چیز لٹکائی اسے اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اس حدیث کا معنی مولانا عبداللہ روپڑی صاحب اور نواب صدیق الحسن صاحب یوں فرماتے ہیں۔

"من تعلق شیأ فقد و کل الیہ" (الحدیث)

"جس نے کسی شئے کے ساتھ تعلق پیدا کیا اس کو اسی کی طرف سونپا جائے گا"

مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ تعلق دو طرح کا ہوتا ہے ایک دل سے اور ایک فعل سے چنانچہ نواب صدیق الحسن نے "دین خالص" ص ۳۴۵ حصہ اول میں اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے اس کی تصریح کی ہے "دل سے تعلق یہ ہے کہ غیر پر بھروسہ کرے اور فعل سے یہ ہے کہ اس کے مطابق عمل کرے۔ اس میں ہر قسم کے اسباب معیشت، دم اور تعویذ وغیرہ داخل ہیں۔ پس یہ ممانعت خاص تعویذ سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ہر قسم کے اسباب سے ہے جبکہ ان پر بھروسہ کیا جائے۔ (فتاویٰ اہلحدیث ص ۱۹۱۔ ج۔ ۱) اور اگر حدیث کا یہ معنی بھی کیا جائے کہ جس نے جو چیز لٹکائی اسے اسی کے سپرد کر دیا جائے گا تو اس سے بہتر کیا بات ہو سکتی ہے کہ کسی کو قرآن کے سپرد کر دیا جائے جو کہ اللہ کی صفت ہے اور اس میں شفا ہے جبکہ یہ عبارت پہلے گذر گئی ہے کہ

"والا ستعاذة بہ ترجع الی الا ستعاذة باللہ اذ ھو صفة من صفات ذاتہ" (عون المعبود ص ٦۔ ج،۴)

"قرآن کے ذریعے پناہ حاصل کرنا دراصل اللہ کی پناہ حاصل کرنا ہے کیونکہ قرآن ذات الٰہی کی صفات میں سے ایک صفت ہے"

یہ حدیث تو ان کے مخالف جاتی ہے جو منکے وغیرہ لٹکاتے ہیں نہ کہ اللہ کا کلام لٹکانے والے کے۔

عثمانی۔ نبی کے زمانے میں کلام اللہ سے شفا حاصل کرنے کا طریقہ کیا تھا؟

محمدی۔ وہ کلام الٰہی کا دم کیا کرتے تھے۔

عثمانی۔ کسی طریقے سے بھی یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآنی تعویذ لکھ کر گلے میں لٹکایا جاتا تھا۔

محمدی۔ پھر رسول اللہ پر ان لوگوں کو بہتان باندھتے ہوئے عقل سے کام لینا چاہیئے جو یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

عثمانی۔ یہ تو پھر آپ کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ تعویذ لکھنا سنت نہیں، شرک نہ سہی کم از کم بدعت تو ہے۔

محمدی۔ ہر وہ کام جو سنت نہ ہو لازمی نہیں کہ بدعت ہو گا بلکہ مباح (جائز) بھی ایک درجہ ہے اور پھر سنت اور بدعت کا اطلاق صرف ان اعمال پر ہو گا جن کا تعلق فقط شریعت سے ہو، ان کا اصل اور طریق کار صرف کتاب وسنت سے ہی ہو سکتا ہے اور جن کا تعلق شریعت اور معیشت (امور دنیا) سے مشترک ہو اس کے طریق کار پر سنت و بدعت کا اطلاق نہیں ہوتا۔ جیسا کہ تابیر نخل کا واقعہ آتا ہے اور اللہ کے رسول طریق کار کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"انتم اعلم بامور دنیا کم منی"

"دنیا کے معاملات تم مجھ سے زیادہ جانتے ہو"

عثمانی۔ ان معاملات میں طریق کار پر سنت و بدعت کا اطلاق تو نہیں ہو سکتا۔ جائز و ناجائز کا تو ہو سکتا ہے۔

محمدی۔ ہاں جائز و ناجائز کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص زیادہ پھل لانے کیلئے درخت کی جڑوں میں یا درخت کے اوپر سور کا خون چھڑکتا ہے تو یہ بدعت نہیں بلکہ حرام ہے۔ اور چونکہ محدثین تمیمہ وغیرہ کو کتاب الطب میں لائے ہیں جو شریعت اور معیشت میں مشترک ہے لہذا اس کے طریق کار پر سنت و بدعت کا اطلاق کرنا غلطی ہے۔ مثلاً کوئی جادو ٹونہ کرنے

والا اولاد حاصل کرنے کیلئے قرآن مجید پر بیٹھ کر نہانے کا مشورہ دے تو اس پر سنت یا بدعت کا اطلاق نہیں ہو گا بلکہ جائز و ناجائز کا اطلاق ہو گا۔ اور اگر اس کا تعلق خالص شریعت سے ہوتا (جس میں بدعت و سنت کا سوال پیدا ہوتا ہے) تو ہر شخص پر اس کا طریق کار ضروری ہوتا۔ جیسا کہ خالص شریعت کے مسئلے نماز کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"صلوا کما رایتمونی اصلی" (بخاری)

"نماز میرے طریقے سے پڑھو"

اب نماز ہر طریقے سے پڑھنا جائز نہیں اس لیئے ہر حکم کو ایک طریق پر ادا کرنا ٹھیک نہیں۔ ہر حکم کا علیحدہ طریق کار ہے عبادت کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ ایک عبادت جس کا تعلق جسم سے ہے۔

۲۔ دوسری عبادت جس کا تعلق جسم اور مال سے ہے۔

۳۔ تیسری عبادت جس کا تعلق صرف مال سے ہے۔

ہر ایک عبادت کا طریق کار مختلف ہے۔ مثلاً نماز، شہادتین، زکوٰۃ اور حج فرض عین ہیں۔ نماز اور شہادتین میں نیابت جائز نہیں اس لیئے کہ اس کا تعلق صرف جسم سے ہے لیکن حج زکوٰۃ میں نیابت جائز ہے اس لیئے کہ اس کا تعلق مال اور جسم سے ہے۔ اگر شہادتین میں نیابت جائز ہوتی تو ابو طالب کی بجائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنا ابو طالب کی نجات کی دلیل بن جانا۔ لہذا ثابت ہوا کہ ہر عمل کے لئے علیحدہ طریق کار ہے۔ اسی طرح علاج کا معاملہ ہے۔ علاج میں حرام اشیاء سے علاج کرنے پر پابندی ہے اور حرام طریقہ کار پر بھی لیکن حلال طریقہ کار پر کوئی پابندی نہیں۔ اور بدعت کا اطلاق خالص شریعت کے امور میں ہو گا۔ جہاں شریعت و معیشت مشترک ہوں وہاں طریق کار پر بدعت کا اطلاق نہ ہو گا۔ اچھا یہ بتلایئے کہ وہ الفاظ جن سے اللہ کے رسول نے دم کیا یا جن کی اجازت دی وہ تو ہو گئے سنت اور وہ الفاظ جو آپ سے ثابت نہیں کیا وہ بدعت ہوں گے؟

عثمانی۔ بدعت نہیں بلکہ جائز ہیں اس لیئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عام اجازت دے دی کہ

"لا باس بالرقی مالم یکن فیہ شرک"

"جن دموں میں شرکیہ الفاظ نہ ہوں اس میں کوئی حرج نہیں"

محمدی۔ یہی اصول اب تعویذ کے لئے اپنائیے کہ قرآن شفاء ہے جیسا کہ تفصیل سے گذرا اب وہ طریقہ علاج جو اللہ کے رسول نے کیا وہ تو سنت ہوا اور جو اس کے علاوہ ہے وہ بدعت نہیں بلکہ جائز ہے۔

اب غور کیجئے علاج کروانا تو سنت ہے جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یا عباد اللہ تداووا" (مشکوۃ ص ۳۸۸۔ بحوالہ ابو داؤد)

"اللہ کے بندو! علاج کرو"

لیکن طریقہ علاج کے لئے لازمی نہیں کہ وہ سنت ہو۔ نیا طریقہ بھی آزمایا جاسکتا ہے بشرطیکہ حرام نہ ہو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"لا تداووا بحرام" (مشکوۃ ص ۳۸۸۔ بحوالہ ابو داؤد)

"حرام سے علاج نہ کرو"

اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شفاء کا سبب ہو اور جو شفاء کا سبب نہ بنے اس سے علاج کرنا بھی ناجائز ہے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای رجلاً فی یدہ حلقۃ" من صفر فقال ماھذہ قال من الواھنۃ فقال انزعھا فانھا لا تذیدک الاوھنا فانک لو مت وھی علیک ماافلحت ابدا" (رواہ احمد)

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ہاتھ میں پیتل کا چھلہ پہنے ہوئے دیکھا۔ آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ یہ واھنہ کی وجہ سے ہے۔ آپ نے فرمایا اسے اتار دے۔ یہ تجھے کمزوری میں اضافے کے سوا کسی کام نہ آئے گا۔ اگر اس چھلے کو پہنے ہوئے تجھے موت آگئی تو کبھی نجات نہ پائے گا"

اللہ کے رسول نے اس لئے یہ کڑا پہننے کی مذمت کی کیونکہ یہ شفاء کا سبب نہیں تھا۔

اب پہلی بات کی طرف آئیے کہ اسلام میں طریقہ علاج مخصوص نہیں جو طریقہ علاج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار کیا وہ تو سنت ہے اور باقی مباح اور اگر ہم طریقہ علاج مخصوص کردیں تو ہمیں ایلوپیتھک، ہومیوپیتھک یا علاج بالضد اسی طریقے سے آج کے دور کے جدید طریقہ علاج، ریزز سے علاج کرنا یا آکوپنکچر کا طریق علاج سب حرام قرار دینے پڑیں گے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں"

اب دوسری بات پر غور کیجئے کہ قرآن شفاء کا سبب ہے جیسا کہ پہلے تفصیل سے گذر چکا ہے اور شفاء اس برکت کی وجہ سے ہوتی ہے جو اللہ نے مختلف اشیاء میں رکھ دی ہے۔

عثمانی۔ کیا قرآن کے علاوہ اشیاء میں بھی آپ برکت کے قائل ہیں کہ اس کی برکت سے شفاء ہوتی ہے؟

محمدی۔ اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ہر مسلمان کو قائل ہونا پڑتا ہے جس کو عثمان بن عبداللہ بن موہب روائت کرتے ہیں۔

"قال ارسل اھلی الی ام سلمۃ بقدح من ماء وکان اذا اصاب الانسان عین اوشی بعث الیھامخضبۃ فاخرجت من شعر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت تمسکہ فی جلجل من فضۃ فخضخضتہ لہ فشرب منہ قال فاطلعت فی الجلجل فرایت شعرات حمراء" (مشکوۃ ص ۳۹۱۔ بحوالہ بخاری)

"کہ مجھ کو میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر ام سلمہ کی طرف بھیجا اور جب کسی کو نظر لگ جاتی یا کوئی تکلیف ہوتی وہ بڑا پیالہ اس کی طرف بھیجتا۔ ام سلمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نکالتی۔ اس نے اسے چاندی کی ڈبی میں رکھا ہوا تھا۔ وہ اس پیالے کو ہلاتیں وہ اسے پی لیتا میں نے جو ڈبی میں جھانک کر دیکھا اس میں چند ایک سرخ بال تھے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر ایک جبے کا (جس کو آپ خاص موقع پر پہنتے تھے) ذکر کرکے فرماتی ہیں

نحن نغسلها للمرضیٰ یستشفی بها (مسلم کتاب اللباس ۴۳/۱۲ ط دارالکتب) مسند احمد ۳۴۸/۶، ۳۱۱/۴)

ہم اسے مریضوں کے لئے بغرض شفاء دھویا کرتے تھے۔

عثمانی۔ اس کا مطلب ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور جبے میں اتنی برکت ہے کہ وہ جس پانی کو چھو جائیں اس سے شفاء ہو جاتی تھی تو قرآن تو اللہ کا کلام ہے جس کی فضیلت سے احادیث بھری پڑی ہیں مثلاً

۱۔ قرآن قیامت کے دن سفارشی بنے گا۔ (مسلم)

۲۔ اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے جس میں سورۃ بقرہ کی تلاوت کی جائے۔ (مسلم)

۳۔ قرآن کی دو سورتیں سورۃ بقرہ اور آل عمران قیامت کے دن بادل کی مانند سایہ فگن ہوں گی یا قطار اندر قطار کھڑے پرندوں کی مانند ہونگی۔ (مسلم)

۴۔ اسی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لو ان موقنا قرأ القرآن علی جبل لزال (قسطلانی شرح بخاری)

اگر کوئی شخص کامل یقین کے ساتھ پہاڑ پر قرآن پڑھ دے تو وہ بھی زائل ہو جائے

۵ آپ نے فرمایا

خذ من القرآن ماشئت لمن شئت (قسطلانی شرح بخاری)

قرآن سے جو چیز چاہو جس کے لئے چاہو لے لو

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں آئیں ہیں اب جبکہ قرآن کی اتنی فضیلت ہے اگر بیمار کا جسم اسے چھوئے تو اس سے شفاء کا حصول کیوں نہیں ہو سکتا۔ جب ادنیٰ چیز کی برکت شفاء کا سبب بنتی ہے۔ تو اعلیٰ تو بالاولیٰ بنے گی۔ کلام الٰہی بہر حال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں سے اعلیٰ ہے۔ اب مجھے دم کا وہ فلسفہ بھی سمجھ آ گیا کہ وہ تاثیر ہی ہوتی ہے جو ہوا کے ذریعے مریض تک پہنچتی ہے۔

محمدی۔ یہی بات علامہ ابن قیم اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں۔

"و فی النفس التفل استعانة بتلک الرطوبة الهواء و النفس المباشر للرقیة و الذکر و الدعا فان الرقیة تخرج من قلب الراقی و فمه فاذا

صاحبها شی من اجزاء باطنه من الریق و الهواء والنفس کانت اتم تاثیراً اقوی فعلاً و نفوذاً ۔ ویحصل بالازدواج بینهما کیفیة موثرة شبیهة بالکیفیة الحادثة عند ترکیب الادویة" (الطب النبوی ص ۱۴۰)

"دم کرتے وقت پھونک مارنے سے منہ کی رطوبت ہوا اور سانس سے مدد لی جاتی ہے جوذکر، دعا اور مسنون دم کے ساتھ نکلتی ہے۔ اس لیئے کہ دم پڑھنے والے کے دل اور منہ سے نکلتا ہے۔ پس جب یہ دم باطنی اجزاء میں سے رطوبت، ہوا اور سانس کے ساتھ مل جائے تو تاثیر کے لحاظ سے مکمل اور عمل کے لحاظ سے قوی ہو جاتا ہے۔ اور ان کے مجموعے سے ایسی مجموعی کیفیت پیدا ہوتی ہے جیسا کہ مختلف دوائیوں کے باہم ملانے سے ہوتی ہے۔

ابن حجر عیاض سے روایت کرتے ہیں۔

"فائدة النفث التبرک بتلک الرطوبة اوالهواء الذی ما ماسه الذکر کما یتبرک بغسالته مایکتب من الذکر و قد یلون علی سبیل التفاؤل بزوال ذلک الالم عن المریض کانفصال ذلک عن الرقی" (فتح الباری ص ۱۹۶۔ ج۔۱۰)

کہ دم کر کے پھونکنے سے مقصود اس رطوبت اور ہوا سے برکت کا حصول ہوتا ہے جو ذکر کی معیت میں نکلتی ہے جس طرح لکھے ہوئے ذکر کے دھوون سے تبرک کیا جاتا ہے۔ نیز اس کا مقصد نیک شگون لینا بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح دم کرنے والے سے سانس الگ ہو رہی ہے اسی طرح مریض سے تکلیف اور مرض دور ہو جائے۔

عثمانی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ کہ آپ نے مجھے اس باطل عقیدے "کہ قرآنی تعویذ بھی شرک ہے" کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچالیا۔۔۔ لیکن یہ بات اب بھی میرے ذہن میں بری طرح کھٹک رہی ہے کہ جب قرآن موجود تھا اور بعض صحابہ کتابت بھی جانتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تعویذ کیوں نہیں لکھے گئے۔ اور اس سے علاج کیوں نہیں کیا گیا۔

محمدی۔ اگر یہی اعتراض کوئی منکر حدیث کر دے کہ جب صحابہ بھی کتابت جانتے تھے تو بھی

صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کیوں نہ لکھی گئیں تاکہ نہ تو اختلاف پڑھتا اور نہ حدیث کو پرکھنے، سیکھنے اور تلاش کرنے کے لئے محدثین کو اتنے پاپڑ بیلنے پڑتے۔ تو آپ کا جواب کیا ہوگا۔

عثمانی۔ دراصل اس وقت کاغذ وغیرہ کا کوئی ایسا سلسلہ نہ تھا خاص خاص چیزیں بھی مثلاً قرآن مجید، بعض اسلامی احکامات اور خطوط جو مختلف لوگوں اور بادشاہوں کی طرف تبلیغ اسلام کے لیئے بھیجے گئے یا بعض خطبے یا صلح نامے، پتھر، ہڈیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھی گئیں۔ اس وقت زیادہ تر رحجان زبانی حفظ ہی کا تھا۔ اسی لیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام احادیث کو زیادہ تر حفظ کیا گیا۔

محمدی۔ جس طرح حدیث جو شریعت کی بنیاد ہے اور اس کا وجود از حد ضروری ہے اسے لکھنے کے بجائے حفظ کیا گیا کیونکہ لکھنے کے انتظامات عام نہ تھے۔ اور رحجان حفظ کا تھا تو اسی طرح اس وقت تعویذ لکھنے کی بجائے رحجان دم کرنے اور کروانے کا تھا اور پھر دوسری بات یہ کہ لازمی نہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک طریق کار کو اپنانا ضروری تھا اور نہ وہ بدعت کھلاتا۔ آپ خود سوچیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بیماری کا علاج بالوں کے دھون سے نہیں کیا گیا۔ یہ طریق کار بعد میں اپنایا گیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کے بال تو موجود ہی تھے کیا اسے بھی بدعت کہہ کر صحابہ پر بدعتی ہونے کا فتویٰ لگے گا۔ حالانکہ بالوں کے دھون میں شفاء ہونا نہ قرآن میں آیا نہ حدیث میں جبکہ قرآن میں شفاء ہونا خود اللہ اور اس کے رسول نے بتلایا ہے۔

عثمانی۔ آپ کی بات واقعی دل کو لگتی ہے عام لوگ وہی کرتے ہیں جس چیز کا اس زمانے میں رحجان پایا جاتا ہو۔ بے شک اس طریق کار کی وجہ سے بعد میں کافی مشکلات کا سامنا ہی کیوں نہ کرنا پڑے جیسا کہ کتابت حدیث کا مسئلہ ہے۔

اسی طرح قرآنی آیات یا احادیث لکھ کر گلے میں لٹکانے کا ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس لیئے نہیں ملتا کہ اس وقت علاج کے لیئے رحجان دم کا تھا نہ کہ گلے میں لکھ کر آیات یا احادیث لٹکانے کا۔ اور نہ ہی اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے دھون

سے علاج معروف تھا لہٰذا ان صحابہ پر بدعتی ہونے کا الزام عائد نہیں ہوتا بیشک ان کا طریق کار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

اب میں واقعی مطمئن ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں والی حدیث نے میرا یہ خدشہ بھی دور کر دیا۔

محمدی۔ آپ تو صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کی برکت والی حدیث سن کر اپنے نظریئے کو تبدیل کر رہے ہیں۔ لیجیئے ایک اور طریقہ علاج بھی سن لیجیئے تاکہ آپ کا ایمان اس مسئلے میں مزید پختہ ہو جائے۔

"وعن ابی امامة بن سهل بن حنيف قال رای عامر بن ربيعة سهل بن حنيف يغسل فقال والله مارايت كاليوم ولا جلد مخباه قال فلبط سهل فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقيل له، يا رسول الله هل لك فى سهل بن حنيف والله ما يرفع راسه فقال هل تتهمون له احداً فقالوا يتهم عامر بن ربيعة قال فدعا رسول الله عامراً فتغلظ عليه فقال علامَ يقتل احدكم اخاه الابركت اغتسل له فغسل له عامر وجهه ،ويديه و مرفقيه و ركبته و اطراف رجليه و داخلة ازراه فى قدح ثم صب عليه فراح مع الناس ليس له باس" (مشكوه ص ٣٩٠۔ بحواله شرح السنة")

"ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا۔ کہنے لگا اللہ کی قسم میں نے آج کی مانند کوئی دن نہیں دیکھا اور نہ سہل کی جلد کی مانند کسی پردہ نشین کی جلد دیکھی ہے۔ کہا سہل گرا لیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ کیا آپ کو سہل کے علاج میں رغبت ہے اللہ کی قسم وہ اپنا سر نہیں اٹھاتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کسی کے متعلق گمان کرتے ہو کہ اس کو کس نے نظر لگائی ہے۔ لوگوں نے کہا عامر بن ربیعہ کے متعلق ہمارا گمان ہے۔ راوی نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو بلایا اور اسے سخت سست کہا اور فرمایا ایک تمہارا اپنے بھائی

کو کیوں قتل کرتا ہے تو نے برکت کی دعا کیوں نہ دی۔ سہل کے لیئے دھو۔ عامر نے اس کے لیئے اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں کہنیاں، گھٹنے، پاؤں کی انگلیوں کے کنارے اور آزار کے اندر کے اعضاء ایک پیالے میں دھو کر دیئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی سہل پر ڈالا۔ وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح اٹھ کر چلا گویا اس کو کچھ تکلیف نہ تھی" ●

خود سوچیں عامر کے ہاتھ پاؤں، چہرہ گھٹنے اور پاؤں کی انگلیوں کے کناروں پر کوئی دوائی لگی ہوئی تھی جس نے سہل بن حنیف کو صحت مند کر دیا۔ یہ سب طریقہ علاج تھا۔ ورنہ نہ یہاں دوائی ہے اور نہ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں اور قرآن کی آیت کی برکت۔ اور یہ طریقہ نظر کے لیئے شفاء کا ایک سبب ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب کوئی آدمی بیمار ہو جاتا یا اس کو کوئی جرح یا قرحہ ہوتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سبابہ زمین پر رکھتے پھر اٹھا کر کہتے

"بسم الله تربة ارضنا بريقة بعضنا يشفى سقيمنا باذن ربنا (بخاری باب رقية النبى كتاب الطب) مسلم كتاب السلام حديث ۵۴ (ابو داؤد كتاب الطب رقم ۳۸۹۵) واهل السنن الا الترمذى)

اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی اور ہمارے بعض کا تھوک اللہ کے حکم سے ہمارے مریض کو شفا ہو اب مریض کو کیا ملا نہ دوائی ہے اور نہ دم بال اور جبے والی برکت ہے لیکن یہ طریقہ علاج ہے جو سنت سے ثابت ہے۔

سوچئے شفاء کے لیئے دوائی کھانا ضروری ہو تو دعا کروانے کا کیا فائدہ۔ اور مریض کیلئے دعا کرنا تو سنت سے ثابت ہے آپ کو لازمی تسلیم کرنا پڑے گا کہ برکت بھی شفاء کا سبب ہے جو مختلف اشیاء میں اللہ نے رکھی ہے۔ اسی قبیل کا ایک اور واقعہ بھی سنیئے!

یوسفؑ کو جب ان کے بھائیوں نے کنوئیں میں ڈال دیا اور یعقوبؑ اور یوسفؑ کی جدائی ہو گئی تو یعقوبؑ کی یہ حالت ہو گئی۔

"قال یاسفٰی علی یوسف وابیضت عیناہ من الحزن فهو کظیم (الایة)

"یعقوب نے کہا اے افسوس یوسفؑ پر اور ان کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں اور غم سے بھرے پڑے تھے۔" غم نے یعقوبؑ کو نابینا کر دیا۔ اور وہ غم کو پینے والے تھے۔"

اور پھر جب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا اور فرمایا

"اذهبوا بقميصى هذا فالقوه على وجه ابى يأت بصيرا (الأية)

"میری یہ قمیض لے جاؤ پس میرے والد کے چہرے پر اسے ڈال دو" اور جب وہ قمیض لے گئے۔

"القٰه على وجهه فارتد بصيرا" (الأية)

"اور یعقوبؑ کے چہرے پر قمیض ڈال دی تو بینائی لوٹ آئی۔

اب سوچیئے کہ یوسفؑ کی قمیض کے ساتھ کیا مرہم لگا ہوا تھا یا کوئی دوائی تھی۔ یہ برکت ہی تو تھی جو شفاء کی سبب بنی۔

عثمانی۔ یہ بات تو مجھے سمجھ آ گئی کہ برکت شفاء کا سبب بنتی ہے۔ ذرا اس بات کی وضاحت کر دیں کہ اگر غیر شرکیہ تعویذ جائز ہیں تو پھر صحابہ کرام اس کو حرام قرار کیوں دیتے ہیں جیسا کہ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔

" كانوا يكرهون التمائم كلها من القرآن و غير القرآن" (ابن ابى شيبه)

" تمام صحابہ ہر قسم کے تعویذات بے شک وہ قرآنی ہوں یا غیر قرآنی حرام جانتے تھے۔"

محمدی۔ یہاں تین تحریفیں کی گئیں ایک تو تمائم کو تعویذ بنایا گیا اور دوسرا یکرہون کا معنی حرام کیا گیا۔ اور "کانوا" سے مراد صحابہ کرام لئے گئے۔ تمائم کی تفصیل گذر گئی اور یکرہون سے مراد کراہت ہے نہ کہ حرمت اور "کانوا" سے مراد ابراہیم نخعی کے ساتھی ہیں نہ کہ صحابہ ۔ جیسا کہ ان کے نام "فتح المجید ص ۱۳۳ ۔ پر آتے ہیں اور مجبوراً صاحب حقیقت تعویذ کو یہ اقرار کرنا پڑا کہ اس سے مراد شاگردان ابن مسعود ہیں۔ (ص ۸۵۔ حقیقت تعویذ)

اب قرآنی تعویذ کو بھی ناجائز کہنے والوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ ان روایات کی

نشاندہی کریں جس میں شاگردان ابن مسعودؓ قرآنی تعویذ کو بھی غلط کہتے ہیں تاکہ ان روایات کی اسناد پرکھی جاسکیں اور یہ روایت جس میں ابن مسعودؓ کے شاگردوں کا یہ فتوی ہے کہ وہ قرآنی اور غیر قرآنی تعویذ کو مکروہ جانتے تھے۔ صحیح تو کیا حسن درجے کی بھی نہیں بلکہ ضعیف ہے۔ اس کی سند ملاحظہ فرمائیں۔

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا هشام۱، عن مغیرة۲، عن ابراهیم۳، قال کانوا یکرهون التمائم کلها من القرآن و غیر القرآن" (ص ۱٦۔ ج۔ ۸، مصنف ابن ابی شیبہ)

ابوبکر بن ابی شیبہ سے روایت کرنے والا پہلا راوی ہشام نہیں ہشیم ہے اس کا حال سن لیں،

۱۔ هشیم بن بشیر الواسطی روی عن مغیرة بن مقسم و عنہ ابنا ابی شیبة قال ابن سعد ثقة ثبت یدلس کثیراً فما قال فی حدیثہ اخبرنا فهو حجة ومالم یقل فلیس بشیٔ" (تهذیب التهذیب ص ٦١۔ ج۔۱۱)

ہشیم بن بشیر مغیرہ بن مقسم سے روایت کرتا ہے اور اس سے ابی شیبہ کے دونوں بیٹے ابن سعد کہتے ہیں کہ ہشیم ثقہ اور ثبت ہے وہ کثرت سے تدیس کرتا ہے پس جس حدیث میں یہ "اخبرنا" کہے وہ تو حجت ہے اور جس حدیث میں "اخبرنا یا حدثنا" نہ کہے (اور عن سے روایت کرے) وہ حدیث کسی درجے میں بھی نہیں ہے۔

۲۔ مغیرہ ابراہیم نخعی سے روایت کرتا ہے۔ وہ بھی تدلیس جیسی بیماری میں مبتلا ہے۔

"هو مغیرة بن مقسم ابو هشام الکوفی ثقة قال ابن فضیل کان یدلس کنالا نکتب عنہ الاما قال حدثنا ابراهیم و قال العجلی، کان یرسل الحدیث عن ابراهیم قال اسماعیل القاضی لیس بقوی فیمن لقی لانہ، یدلس فکیف اذا ارسل قال ابو حاتم عن احمد و جعل یضعف حدیث مغیرة عن ابراهیم وحده" (ص ۲۷۰۔ ج ۵ تهذیب التهذیب)

"مغیرہ بن مقسم ثقہ ہے۔ ابن فضیل کہتے ہیں کہ مغیرہ تدلیس کیا کرتا تھا۔ ہم اس کی صرف وہی روایت لکھتے تھے۔ جس میں وہ "حدثنا ابراہیم" کہتا۔ عجلی کہتے ہیں کہ وہ ابراہیم سے مرسل روایت بیان کرتا ہے۔ اسماعیل قاضی کہتے ہیں جس سے مغیرہ نے ملاقات کی وہ ان میں بھی قوی نہیں کیونکہ وہ تدلیس کرتا تھا۔ پس جن احادیث میں ارسال کرتا ہے وہ صحیح کیسے۔ ابو حاتم امام احمد سے روایت کرتے ہیں کہ امام احمد مغیرہ کی ابراہیم سے احادیث کو ضعیف قرار دیتے تھے"

۳۔ اور اگر کوئی اس روایت کا یہ معنیٰ کرے کہ اس سے مراد صحابہ ہیں تو پھر یہی حال تیسرے راوی ابراہیم نخعی کا ہے۔

"ابراهیم بن یزید النخعی ثقہ فقیہ لم یلق احداً من الصحابة و هو مکثر من الارسال" (تهذیب التهذیب ص ۱۷۸۔ ج۔۱)

"ابراہیم نخعی فقیہ اور ثقہ تھے اور بقول ابن حجر کے صحابہ میں سے کسی سے ملاقات ثابت نہیں اور کثرت سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ ان کی وہ روایات جو مرسل بیان کرتے ہیں حجت نہیں۔ (میزان الاعتدال ۷۵/۱) کیوں کہ محدثین کے نزدیک مرسل روایات کا شمار ضعیف احادیث میں کیا جاتا ہے۔ بے شک بعض فقہا کے نزدیک یہ صحیح ہوں۔ جس طرح "کانوا" سے مراد صحابہ کرام لینا غلط ہے۔ اسی طرح "یکرہون" کا معنی حرام کرنا صحیح نہیں۔

عثمانی۔ کیا قرآن و سنت میں یکرہون کا معنی حرمت کے لیئے نہیں آیا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے۔

"کره الیکم الکفر و الفسوق والعصیان" (الأیة)

"(صحابہ) تمہارے لیئے کفر، فسوق اور عصیان کو حرام قرار دیا"

اور جیسا کہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

"کره لکم قیل و قال" (الحدیث)

"تمہارے لیے قیل وقال حرام قرار دی گئی"

محمدی۔ شریعت میں کرہ کا معنی بھی دو طرح آیا ہے۔ ایک حرام اور دوسرا ناپسندیدہ جیسے

قرآن میں ہے۔ "عسى ان تكرهو اشيأ و هو خير لكم" (الأية)

"ممکن ہے جس چیز کو تم ناپسندیدہ (مکروہ) جانو وہ تمہارے لئے بہتر ہو" اسی طرح حدیث میں ہے۔ "اسباغ الوضوء على المكاره" (الحديث)

علامہ ابن اثیر مکرہ کا یہ معنی کرتے ہیں۔

"وهو ما يكرهه الانسان و يشق عليه (النهايه ص ١٦، ج۴)

"کہ وہ چیز جو انسان کو ناپسند ہو اور اس پر بھاری ہو"

اور پھر ابراہیم نخعی تو چونکہ فقیہ تھے اس لیئے شریعت کی زبان میں گفتگو نہیں ہو رہی بلکہ فقہ کی زباں میں ہو رہی ہے اور فقہی اصطلاح میں کراہت بمعنی ناپسندیدگی کے عام ہے نہ کہ حرام وشرک اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ابراہیم نخعی اور ان کے ساتھیوں کے نزدیک بھی کراہت کا معنی ناپسندیدگی ہے نہ کہ حرام جیسا کہ مندرجہ ذیل حوالے سے ثابت ہے

قال على بن الجعدفى مسنده (۲ / ۷۳۵ رقم ۱۸۱۸) انا سفيان عن منصور عن ابراهيم قال كانوا يكرهون الشى ، ولا يحرمونه ، یعنی وہ کسی چیز کو ناپسند کرتے تھے حرام قرار نہ دیتے تھے

عثمانی۔ جب غیر شرکیہ تعویذات جائز ہیں تو آپ کیوں نہیں کرتے؟

محمدی۔ لازمی نہیں کہ ہر جائز کام ضرور کیا جائے اور پھر چونکہ یہ شریعت و معیشت کا مشترکہ عمل ہے اس لیئے اس کا کرنا ضروری نہیں۔ اس کے علاوہ قرآنی تعویذ بھی نہ کرنے کی بہت سی وجوہات ہیں۔ کچھ تعویذ فروشوں کی غلطیاں ہیں اور کچھ تعویذ کے خریداران کی۔

۱۔ تعویذ فروش قرآنی اور شرکیہ تعویذات کی تفریق نہیں کرتے حتی کہ ان میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے یا غیر اللہ کا وسیلہ دیا جاتا ہے جو ناجائز ہے۔

۲۔ تعویذ فروشوں کے اڈوں پر بے پردہ عورتوں کے جمگھٹے لگے رہتے ہیں جو بے حیائی کے سبب بنتے ہیں۔

اسی طرح تعویذات پہننے والے بے احتیاطیاں کرتے ہیں مثلاً بیت الخلاء جانے سے پہلے یا جنبی حالت میں قرآنی تعویذ کو نہیں اتارتے۔ حالانکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس انگوٹھی کو اتار کر بیت الخلاء جاتے جس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوتا تھا اور اسی طرح کی

بہت سی بد احتیاطیاں یہی وجہ ہے کہ ہم تعویذ دینے یا اس کی دوکان کھولنے کے مخالف ہیں لیکن اس کو شرک اور بدعت کہنا بھی جہالت سمجھتے ہیں۔

عثمانی۔ چلیں قرآنی تعویذ تو جائز ہے لیکن اصحاب کہف کا تعویذ" جس میں اس کے کتے سے بھی مدد مانگی گئی ہے" کے شرک ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں"

محمدی۔ اصحاب کہف اور ان کے کتے سے مدد مانگنے والا تعویذ واقعی شرک ہے لیکن "زینت الاسلام" میں جو اصحاب کہف کا تعویذ ہے اس میں ان سے یا ان کے کتے سے مدد مانگنے کا ایک حرف تک نہیں۔

عثمانی۔ میں نے وہ تعویذ خود پڑھا تو نہیں لیکن ایک عالم سے ایسے ہی سنا ہے۔

محمدی۔ سنی سنائی بات پر ایمان لانا بالکل ہی غلط ہے اگر آپ وہ تعویذ پڑھ لیتے تو کبھی یہ بات نہ کہتے۔ لیجیئے میں آپ کو پڑھائے دیتا ہوں۔ یہ ہے "زینت الاسلام" میں اس تعویذ کی عبارت۔

"الهى بحرمة محمد وآله و يمليخاً مكسيلمنا كشفوطط تبيونس آذر فطيونس كشافتيونس يونس اسم كلبهم قطمير" (حصہ دوم ص ۸۹)

"پہلی بات تو یہ ہے کہ اس میں اصحاب کہف یا ان کے کتے سے امداد طلب نہیں کی گئی بلکہ اللہ تعالی سے مانگا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے سچ فرمایا

"فافتوا بغير علم ضلوا فاضلوا" (الحديث)

بغیر علم کے فتوی دیں گے خود بھی گمراہ اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

جس کو یہ تک نہیں پتہ کہ معطوف معطوف علیہ کسے کہتے ہیں وہ شرک کے فتوے لگانے کے لیئے تیار ہے۔ حالانکہ تھوڑی سی گرائمر پڑھا ہوا یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ جن کے وسیلے سے مانگا گیا وہ اصحاف کہف نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل ہیں۔ اور "اسم کلبہم قطمیر" تو خبر ہے۔ علیحدہ جملہ ہے۔ (کہ ان کے کتے کا نام قطمیر ہے) اور اگر کتے کے

وسیلہ سے مانگا جاتا تو عبارت یوں ہوتی جیسا کہ اشرف علی تھانوی صاحب نے لکھا ہے "الٰہی برمۃ محمد والہ و یملیخا مکسلمینا کشفوطط تبیونس آذر فطیونس کشا فطیونس یونس و قطمیر (یا کلبہم قطمیر ہوتا)

عثمانی- لیکن اس میں وسیلہ جو دیا گیا ہے۔

محمدی- ہم کب کہتے ہیں کہ وسیلہ دینا جائز ہے۔ وسیلے سے مانگا ان کی غلطی ہے اور اس غلطی پر ہم انہیں مشرک یا بدعتی نہیں کہہ سکتے اور نہ اسے صحیح مانتے ہیں لیکن اسے شرک کہنا تو بہت بڑی جہالت ہے۔ یہ تعویذ غلط ہے صحیح نہیں لیکن ہر غلط چیز شرک نہیں بن جاتی۔

عثمانی- آپ کی اس بات سے تو میں بھی متفق ہوں"

محمدی- لیکن ایک جاہل نے پہلے تو اسے شرکیہ تعویذ کا نام دیا (ص ۶۰- حقیقت تعویذ) اور پھر مندرجہ ذیل علمائے اہل حدیث پر یوں تبصرہ کیا۔

مولوی محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور حافظ محمد لکھوکے نے اپنی تحقیق کے مطابق لکھ ہے اسماء اصحاب کہف اور ان کے کتے کا نام لکھ کر اپنے پاس رکھیں۔ کیا یہ کتے والا تعویذ کتے کے نام کا توسل اسنہ لغیر اللہ تو نہیں، کہیں یہ شرک تو نہیں، اگر ہے تو پھر ان بزرگوں کے متعلق کیا فتوے دو گے۔ (ص ۵۲- حقیقت تعویذ) جب کہیں سے فتویٰ نہ آیا اور بے چین ہو گئے تو خود ہی فتوے نشر کرنا شروع کیا۔ "جن علمائے اہل حدیث نے کفر و شرک پھیلایا ہے ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا بھی کفر ہے اور خاص طور پر جن علمائے اہل حدیث کا ذکر کیا وہ یہ تھے۔ مثلاً حافظ محمد لکھوکے، مولانا محمد ابراہیم میر و غیرہم۔

اسی طرح ایک اشتہار میں ان علماء کے خلاف یوں زبان درازی کی۔

"اصحاب کہف کا تعویذ کرنے والا پکا مشرک ہے خواہ وہ سو دفعہ کہے کہ میں اہل حدیث ہوں" اہل حدیث جنتری میں اہلحدیث کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"اہل حدیث وہ ہوتا ہے جو اصحاب کہف اور انکے کتے کا نام لکھ کر تعویذ بنانے والوں کو مشرک سمجھے"

ایک جگہ لکھا "کہ مشرک کو مشرک نہ کہنا بھی کفر ہے"

جن لوگوں کو یہ مشرک سمجھتا ہے اگر آپ انہیں مشرک نہ کہیں تو آپ بھی کافر بن جائیں گے اور فتوے بازی کی وجہ یہ تعویذ اصحاب کہف ہے۔ جسے وہ شرکیہ تعویذ کا نام دیتا ہے، حالانکہ خود ص ۶۱ پر لکھتا ہے کہ حافظ محمد لکھوکے فرماتے ہیں۔

"شروں رب بچاوے" یعنی شر سے رب بچانے والا ہے۔

اس عبارت سے صاف پتہ لگتا ہے کہ امداد اصحاب کہف یا ان کے کتے سے نہیں بلکہ رب کو ہی شر سے بچانے والی ہستی تسلیم کیا گیا ہے۔

عثمانی- کفر بازی کا میں بھی قائل نہیں۔ اگر ایک شخص کی تحقیق (صحیح یا غلط) یہ ہے کہ یہ تعویذ جائز ہے اور دوسرا اسے ناجائز کہے تو آپس میں تکفیر تو نہیں ہونی چاہیئے۔

محمدی- انہیں تو مشرک اور کافر بنانے کا اتنا شوق ہے (جیسے بچوں کو ٹافیاں کھانے کا ہوتا ہے) کہ یہ کلاشنکوف ہے۔ جدھر جدھر پھر گئی کافر و مشرک بنا گئی۔ معلوم انہیں کہ وہ "دابۃ الارض" جو قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، یہی وادی سون کے حضرت ہی نہ ہوں کہ پیشانی پر مومن و کافر لکھنا ان کے ذمے فرض ہے۔ جہاں کسی نے ان کے مزاج کے خلاف بات کی وہیں پیشانی داغ دی۔ لکھتے ہیں "حافظ عبدالستار خطیب اہلحدیث، حافظ عبدالعزیز صدر مدرس اہلحدیث مولوی ادریس فاضل مدینہ یونیورسٹی نے بھی (مناظرہ میں) بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ سوالات کر کے خود شرک میں مبتلا ہو گئے۔ (مناظرہ راولپنڈی) لیجئیے سوال کرنا بھی شرک ہے۔ اور اگر بات صرف علمائے اہلحدیث تک ہوتی تو بات قابل برداشت تھی لیکن انہوں نے تو آئمہ کی تکفیر کا بھی بیڑہ اٹھایا ہے۔

عثمانی- ان کا کیا قصور

محمدی- ان کا قصور صرف ان صاحب کے مزاج کے مطابق قرآنی تعویذ کو شرک نہ کہنا بلکہ جائز قرار دینا۔ اسی لئے لکھتا ہے۔

"مشہور امام احمد بن حنبل، امام تیمیہ، امام ابن قیم جنہوں نے دین کی بڑی خدمت کی ہے۔ ان کی تحقیق کے مطابق مردے قبر میں سنتے بھی ہیں اور قبر پر آنے والوں کو پہچانتے بھی ہیں۔

الف۔ اس کی دلیل قرآن وحدیث سے پیش کریں اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک تو نہیں۔

ب۔ اسی طرح یہ آئمہ ثلاثہ یعنی تینوں امام تعویذ بخار، تعویذ عسر ولادت، تعویذ نکسیر کی بھی تعلیم دیتے تھے یعنی قرآنی تعویذ کے لٹکانے، باندھنے کے عامل تھے۔

ایک جگہ مفسرین اور جید علماء کے بارے میں یوں برسا۔

اگر قرآنی تعویذ، لکھنا، باندھنا، بیچنا حرام اور شرک و بدعت ہے تو جید علماء اور مفسرین جو لکھتے تھے اور لکھتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے۔ (ص ۱۰۱ حقیقت تعویذ)

اب دیکھیے خود یہ اصول مقرر کیا۔

"تمیمة من القرآن"

مروجہ تعویذ ہے اور حرام ہے اور وہ بھی گلے لٹکانا شرک، حرام اور کفر ہے۔ (ص ۸۵۔ حقیقت تعویذ)

جب قرآنی تعویذ ان کے نزدیک شرک ہے اور ان کے بقول مفسرین، جید علماء اور آئمہ ثلاثہ، احمد بن حنبل، ابن تیمیہ اور ابن قیم قرآنی تعویذ کی تعلیم بھی دیتے اور لٹکانے، باندھنے کے عامل بھی تھے۔ تو یہ افراد تو خود بخود مشرک بن گئے۔ فتویٰ دینے کی کیا ضرورت تھی۔ لیکن ان صاحب کا دل ٹھنڈا نہ ہوا، اور اپنے دلی بغض کا اظہار یوں کیا۔

تعویذ۔۔۔ قرآنی ہو یا غیر قرآنی شرکیہ فعل ہے۔ اس قسم کے مشرک کو مشرک کہنا بھی ضروری ہے۔ (ص ۸۷۔ حقیقت تعویذ)

ایک جگہ اس کی مزید وضاحت کی گئی۔

"تعویذ لکھنا، تعویذ بیچنا، اس کی کمائی کھانا، جاہل لوگوں کو تعویذ لٹکانے کا وعظ کرنا بھی بدعت ہے۔ اور گمراہی ہے اور شریعت سازی ہے اور شریعت سازی کفر اور شرک ہے اور شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے۔ (ص ۳۲۔ حقیقت تعویذ)

اسی طرح ص ۲۰ پر لکھا۔

"قرآنی تعویذ لٹکانے کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ملتا۔ لہذا یہ بدعت ہے اور

بدعت گمراہی ہے اور گمراہی تعویذ فروشوں کو جہنم میں لے جائے گی۔ (حقیقت تعویذ)

ان تمام تحریروں میں مطلق قرآنی تعویذ کے قائل عامل اور لٹکانے والے کو مشرک کہا گیا۔ مگر نام نہیں لیا۔ لیکن حضرت صاحب کو چین نہ آیا اور راولپنڈی جامع تدریس القرآن والحدیث میں تقریباً ۱۵ علماء کی موجودگی (جن میں شیخ الحدیث عبدالعزیز علوی بھی شامل تھے) یہ تحریر دی۔

"جن علمائے اہل حدیث نے کفر و شرک پھیلایا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل، امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم، ان کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا بھی کفر ہے۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

یہ ہے اس کی کاوش کا ثمر جس کو یہ حقیقت تعویذ میں ایک تحریک کا نام دیتا ہے۔

عثمانی۔ آپ نے تو مجھے اس جاہل شخص سے بالکل ہی متنفر کر دیا ہے میں تو سمجھتا تھا کہ یہ توحید کا پرستار اور توحید کو پھیلانے میں مددگار ہے میں تو اس کی بہت عزت کرتا تھا۔

محمدی۔ آپ اتنی سی بات سن کر متنفر ہو گئے آپ نے یہ تو سنا ہی نہیں کہ اس نے صحابہ کو بھی مشرک بنا دیا ہے۔

عثمانی۔ "لعنۃ اللہ علی شرہ" کسی عام مسلمان سے بھی یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی جبکہ یہ تو عالم اور کمہ میں مدرس ہونے کے بڑے دعوے کرتا ہے۔

محمدی۔ جب گاڑی لائن سے اتر جائے تو وہ اکثر الٹ ہی جاتی ہے۔ اس نے شروع میں علمائے اہل حدیث کو کافر و مشرک بنایا۔ پھر آئمہ کی طرف تکفیر کی مشین کا رخ کر دیا۔ اور پھر اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی پر عمل کرتے ہوئے۔ صحابہ پر آ کر تان توڑی۔ ایک تو اس کا وہ فعل جس میں قرآنی تعویذ کو شرک اور فعل کو شرکیہ فعل اور قائل اور عامل کو مشرک اور پھر مشرک کو مشرک کہنے کی تاکید بھی ہے اب ان صحابہ کو مشرک ہونے سے کس طرح بچایا جا سکتا ہے۔ جو اس کے قائل تھے جیسا کہ پیر بدیع الدین شاہ صاحب جو اس کے بقول قرآنی تعویذ کو شرک کہتے ہیں۔ یہ لکھنے پر مجبور ہیں۔

"پس یہ مسئلہ علی التقدیر مابین الصحابہ مختلف رہا ہے" (حقیقت تعویذ ص ۸۱)

اسی طرح صاحب فتح المجید لکھتے ہیں۔

اذا کان المعلق من القرآن فرخص فیہ بعض السلف و بعضهم لم یرخص فیہ و یجعله من المنهی عنه منهم ابن مسعود" (ص ۱۲۷۔ فتح المجید")

اگر یہ تعویذات قرآنی آیات پر مشتمل ہوں تو بعض اہل علم نے ان کو جائز قرار دیا ہے اور بعض نے ناجائز، ناجائز قرار دینے والوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ شامل ہیں۔ (ابن مسعودؓ نے قرآنی تعویذات کو شرک اور کفر نہیں کہا بلکہ تعویذ سے منع کیا ہے) اب جائز کہنے والوں میں صاحب فتح المجید نے ص ۱۲۷ پر جن صحابہ کے نام لکھے ہیں وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عائشہ ہیں۔

عثمانی۔ عبداللہ بن عمرو کی روایت تو ضعیف ہے اور ناقابل استدلال ہے کیونکہ اس میں ایک تو محمد بن اسحٰق ہے اور دوسرا عمرو بن شعب عن ابیہ عن جدہ سے روایت کر رہا ہے۔

م۔ یہ روایت ضعیف نہیں، حسن ہے بلکہ امام حاکم نے تو اسے صحیح کہا ہے (مستدرک حاکم ص ۵۴۸۔ ج ۱) اور جیسا کہ عبید اللہ مبارک پوری فرماتے ہیں۔

"حسنه الترمذی وصححه الحاکم (مرعاة المفاتیح ص ۱۳۰۔ ج۔۶)

"امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور محدث عصر البانی جو روایت کی تصحیح اور تضعیف میں بہت سخت ہیں نے بھی امام ترمذی کے حسن لغیرہ کی ایک جگہ تائید کی ہے۔ (حاشیہ الکلم الطیب ص ۴۵)

صاحب لمعات اس حدیث سے یہ استدلال کرتے ہیں۔

"هذاهو السند فیما یعلق فی اعناق الصبیان من التعویذات" (لمعات شرح مشکوٰة)

بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کی حدیث ہذا سند اور دلیل ہے

اسی طرح امام ترمذی "حدیث حسن" کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

قال ابو عیسی وما ذکرنا فی هذا الکتاب حدیث حسن فانما اردنا حسن اسناده عندنا کل حدیث یروی لا یکون فی اسناده من یتهم بالکذب ولا یکون الحدیث شاذاً و یروی من غیر وجه نحو ذلک فهو عندنا حدیث حسن وما ذکرنا فی هذا الکتاب حدیث غریب فان اهل الحدیث یستغربون الحدیث لمعان رب حدیث یکون غریب لایروی الامن وجه واحد" (کتاب العلل ۲/۲۳۸)

"کہ ہم نے اس کتاب میں جو لکھا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے حسن ہے۔ ہمارے نزدیک جو حدیث بھی ایسی روایت کی گئی ہے جس کی اسناد میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جو جھوٹ کے ساتھ متہم ہو اور وہ حدیث شاذ بھی نہ ہو اور کئی طریق سے روایت کی گئی ہو تو اس قسم کی حدیث ہمارے نزدیک حسن ہے اور ہم نے جو اس کتاب میں کسی حدیث کو غریب کہا ہے تو اس کے متعلق جان لینا چاہیئے کہ محدثین کئی وجوہات کی بنا پر غریب کہتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی حدیثیں اس لیئے غریب سمجھی جاتی ہیں کہ وہ صرف ایک ہی طریق سے مروی ہیں۔

اب آپ ایسی حدیث پر ضعیف کا حکم کیسے لگا سکتے ہیں۔

عثمانی۔ یہ بتلایئے محمد بن اسحٰق کی جرح کو آپ کیسے رفع کریں گے

محمدی۔ محمد بن اسحٰق ہوں یا عمرو بن شعیب ان کی روایت حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ جیسا کہ تدریب الراوی ص ۱۶۰ پر ہے اور عمر بن شعیب کا اپنے دادا کے بیاض سے لکھنا کوئی جرح نہیں۔ اسی طرح امام ترمذی نے محمد بن اسحٰق کی تدلیس ہونے کے باوجود فاتحہ خلف الامام والی روایت کو حسن کہا ہے اور امام بیہقی نے اسے صحیح کہا۔ (کتاب القرأت۔ بیہقی ص ۴۴)

اسی طرح عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی روایت کی تقریباً ۳۴ جگہ پر مستدرک حاکم میں امام ذہبی نے تصحیح کی ہے۔

عثمانی۔ لیکن ان دونوں راویوں کی روایت قابل استدلال تو نہیں کہ وہ مسئلے کے لیئے بنیاد بن

سکیں۔

محمدی۔ دلائل تو قرآنی تعویذ کے منکرین کو دینے تھے ان کے پاس تو اس سے کم درجے کی روایت بھی نہیں۔ اب یہ روایت مسئلے کے اثبات کے لیئے بنیاد کیوں نہیں بن سکتی۔ اگر ان دونوں راویوں کی روایت ناقابل استدلال ہوتیں، تو امام بخاری محمد بن اسحٰق کی منعن روایت اور عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت سے استدلال نہ کرتے جیسا کہ انہوں نے کتاب القرأت ص ۱۸ پر استدلال کیا ہے۔

عثمانی۔ عمرو بن العاص کی روایت پر تو لوگ جرح کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا حضرت عائشہ کی روایت پر بھی کسی کو اعتراض ہے۔۔

محمدی۔ حضرت عائشہ کی روایت کی تصیح میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اس کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

"عن عائشة رضی الله عنها قالت التمائم ما علق قبل نزول البلاء وما علق بعده فلیس بتمیمة" (هذا حدیث صحیح الاسناد علی شرط الشیخین ولم یخرجاه (ص ۲۱۸ ج ۴ مستدرک حاکم)

اسی طرح امام ذہبی نے اس کی تصیح کی ہے۔ (ص ۲۱۸ ج ۴ مستدرک حاکم) اسی سے ملتے جلتے الفاظ ایک اور جگہ پر ہیں۔

"عن عائشة قالت لیست التمیمة ما تعلق به بعد البلاء انما التمیمة ما تعلق به قبل البلاء " "هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین (ص ۲۱۷۔ ج۴، مستدرک حاکم)

تمیمہ اس کو کہتے ہیں جو تکلیف کے نزول سے پہلے لٹکایا جائے اور جو تکلیف کے نزول کے بعد لٹکایا جائے اسے تمیمہ نہیں کہتے"

امام حاکم نے تو اس روایت کے بارے میں یہاں تک لکھ دیا۔

"ولعل متوهما یتوهم انها من الموقوفات علی عائشة رضی الله عنها و لیس کذلک فان رسول الله صلی الله علیه وسلم قد ذکر

التمائم فی اخبار کثیرة فاذا فسرت عائشة رضی الله عنها التمیمة فانه حدیث مسند۔ (ص ۲۱۷ ج۴، مستدرک حاکم)

شاید کوئی وہم کرے کہ یہ حدیث موقوف ہے مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ اس میں شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمائم کے متعلق کافی احادیث بیان کی ہیں اور حضرت عائشہ نے اس کی تفسیر بیان کی ہے۔ لہذا یہ حدیث مسند ہے۔

عثمانی۔ حضرت عائشہ کی اس حدیث کا معنی کیا ہے۔

محمدی۔ حضرت عائشہ قبل از بیماری منکا لٹکانے کو تو تمیمہ کہتی ہیں لیکن بیماری کے نزول کے بعد تعویذ کو تمیمہ نہیں کہتی جیسا کہ اس کا معنیٰ امام طحاوی کرتے ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں۔

"فکان ذلک عندنا والله اعلم ما علق قبل نزول البلاء لیدفع وذلک مالا یستطیعه، غیر الله عزوجل فنهی عن ذلک لانه شرک فاما ماکان بعد نزول البلاء فلا باس لانه علاج و قدروی هذا الکلام بعینه عن عائشة " (معانی مشکل الآثار ص ۳۲۶ ج۔۲)

"پس ہمارے (احناف) کے نزدیک (واللہ اعلم) جو تعویذ (بیماری) کے نازل ہونے سے پہلے پہنا جائے تاکہ وہ بیماری کو نہ آنے دے اور اس کی استطاعت اللہ کے غیر میں نہیں ہے پس اس سے منع کیا ہے کیونکہ یہ شرک ہے۔ البتہ جو تعویذ بیماری کے آجانے کے بعد لٹکایا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ علاج ہے اور اس قسم کا کلام حضرت عائشہ سے بھی مروی ہے۔

عثمانی۔ مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آئی کہ بیماری کے نزول کے بعد وہ علاج ہے تمیمہ نہیں۔ اس کی کیا دلیل ہے۔

محمدی۔ یہ تو آپ مانتے ہی ہیں کہ اللہ سے مدد طلب کرنا فرض، اس کا انکار کرنا کفر اور اس میں اشتراک شرک ہے۔ مشرکین بھی تکلیف کے وقت صرف اللہ ہی کو پکارتے۔ اس کی پناہ میں آتے۔ لہذا اللہ کی پناہ میں آنا۔ اس سے بھگنا شرک (یعنی تمیمہ) نہیں۔ کیونکہ تمیمے

لٹکانے میں غیر اللہ کو شافی مانا جاتا ہے جو شرک ہے۔
عثمانی۔ لیکن بیماری سے قبل کو تمیمہ کیوں کہا جائے۔
محمدی۔ اس لئے کہ اس وقت بیماری کا نزول نہیں ہوتا اور تکلیف کے دور ہونے یا آنے سے قبل مشرکین غیر کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیتے تھے جیسا کہ مندرجہ ذیل آیات بتلاتی ہیں۔

"ثم اذا مسکم الضر فالیه تجرؤن ۰ ثم اذا کشف الضر عنکم اذا فریق منکم بربهم یشرکون " (النحل آیت ۵۴)

"پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کے آگے بلبلاتے ہو (فریاد کرتے ہو) پھر جب وہ تمہاری تکلیف کو دور کر دیتا ہے تو تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنے مالک کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔

(۲) واذا مس الناس ضر دعوا ربهم منیبین الیه ثم اذا اذاقهم منه رحمة اذا فریق منهم بربهم یشرکون (الروم آیت ۳۳)

"اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے مالک کی طرف رجوع ہو کر اس کو پکارتے ہیں۔ پھر جب وہ اپنی مہربانی ان کو دکھاتا ہے تو ایک گروہ ان میں سے اسی وقت رب کے ساتھ شرک کرنے لگتا ہے"

(۳) "فلما راوا باسنا قالوا آمنا بالله وحده و کفرنا بما کنا به مشرکین۔ (مومن آیت ۸۴)

"پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا کہنے لگے ہم اکیلے اللہ پر ایمان لائے اور جن کو ہم شریک سمجھتے تھے اب ان کو چھوڑا۔"

(۴) وظنوا انهم احیط بهم دعوالله مخلصین له الدین لئن انجیتنا من هذه لنکونن من الشکرین ۰ فلما نجهم اذا هم یبغون فی الارض بغیر الحق " (یونس آیت ۲۲)

"اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ گھیر لئے گئے خالص اللہ ہی کو مان کر اس سے دعا کرنے

لگتے ہیں (اے اللہ) اگر تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دے دے تو بے شک ہم شکر گزار ہوں گے۔ پھر جب اللہ ان کو (اس مصیبت سے) نجات دے دیتا ہے تو زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں۔

(۵) فاذا رکبوا فی الفلک دعوالله مخلصین له الدین فلما نجهم الی البر اذا هم یشرکون " (العنکبوت آیت ۶۵)

پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ کو خالص اسی کی پوجا کرتے ہوئے پکارتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا کر خشکی پر لاتا ہے تو خشکی پر آتے ہی شرک کرنے لگتے ہیں۔

(۶)۔ "واذا غشیهم موج کالظلل دعوا الله مخلصین له الدین فلما نجهم الی البر فمنهم مقتصد " (لقمان آیت ۳۲)

اور جب سائبانوں کی طرح ان کو موج ڈھانک لیتی ہے تو اس وقت سچے دل سے اللہ ہی کی بندگی کر کے اسی کو پکارتے ہیں پھر جب وہ ان کو بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو کوئی تو انصاف پر قائم رہتا ہے۔

ان تمام آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ مشرکین بھی مصیبت میں صرف اللہ کو پکارتے اور تکلیف دور ہونے یا تکلیف آنے سے قبل اللہ کے شریک ٹھہرا دیتے۔"

ان آیات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ مشرکین قبل از مصیبت خوشحالی میں تو منکا لٹکا لیتے تھے جس کے ذریعے یہ نظر بد سے بچتے کیونکہ خوشحالی میں تو یہ شرک کرتے تھے لیکن مصیبت کے نزول کے وقت چونکہ خالص اللہ کی بندگی کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کو پکارتے باقی سب شریک بھول جاتے، تو وہ منکا کیسے لٹکا سکتے تھے۔ کیوں کہ مصیبت کے نزول سے قبل وہ نظر بد اور بدروحوں سے بچنے کے لیئے منکا استعمال کرتے تھے۔ اسی لیئے حضرت عائشہؓ مصیبت کے نزول کے وقت پناہ پکڑنے والی چیز کو تمیمہ نہیں کہتیں۔ کیونکہ اس میں شرکیہ الفاظ نہیں ہوتے۔ لہذا وہ تمیمہ نہیں تعویذ

ہے۔ تمیمہ وہ ہے جن میں شرکیہ الفاظ ہوں۔ اگر حضرت عائشہؓ کے فرمان کا مفہوم یہ نہیں، جو ہم نے بیان کیا ہے تو بتلایئے آپ کے فرمان کا مفہوم کیا ہوگا۔ سوائے اس کے اور کوئی مفہوم ہو ہی نہیں سکتا اور حضرت عائشہؓ کی مندرجہ ذیل روایت سے بھی ان کی پہلی بات کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ تمیمہ کا اطلاق شرکیہ الفاظ والے تعویذ پر ہوتا ہے لیکن قرآنی تعویذ پر تمیمے کا اطلاق نہیں۔ لہذا بیماری سے پہلے یا بعد قرآن سے پناہ پکڑنا شرک نہیں کیونکہ کلام الہی سے پناہ پکڑنا تو سنت سے ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ اسی لیئے حضرت عائشہ فرماتی ہیں اسے ابو نعیم حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں اور سیوطی اسے کنز العمال میں ذکر کرتے ہیں۔

"لا بأس بتعليق التعويذ من القرآن قبل نزول البلاء و بعد نزول البلاء" (ص ۱۸۵۔ ج۔۵)

"بیماری سے پہلے یا بعد قرآنی تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں"

عثمانی۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے۔

محمدی۔ واقعی اس کی سند ضعیف ہے لیکن حضرت عائشہ کی پہلی روایت تو صحیح ہے یہ تو صرف تائیداً پیش کی گئی ہے اور پھر اگر آپ کا احادیث کو پرکھنے کا یہی معیار ہے تو عبداللہ بن مسعود کی روایت کو بھی اسی طریقے سے پرکھیئے۔

عثمانی۔ اس میں کیا خرابی ہے۔

محمدی۔ خرابی اس کی سند میں ہے۔ اس کی پوری سند سنیں۔

"حدثنا ابوبكر قال حدثنا وكيع قال حدثنا سفيان عن ابراهيم ابن المهاجر عن ابراهيم عن عبدالله انه كره تعليق شنى من القرآن" (ص ۱۵ ج۸، مصنف ابن ابی شیبہ)

اس میں ابراہیم نخعی سے ابراہیم ابن المہاجر روایت کرتا ہے جس کے بارے میں مختلف آئمہ کے اقوال سنیئے۔

"قال يحيى القطان لم يكن بقوى، و قال عباس عن يحيى ضعيف

قال النسائی ليس بالقوى فى الحديث قال ابوحاتم ليس بالقوى قال ابن حبان فى الضعفاء هو كثير الخطاء و قال الحاكم قلت للدارقطنى فابراهيم بن مهاجر قال ضعفوه تكلم فيه يحيى بن سعيد وغيره" (تهذيب التهذيب ص ۱۶۸۔ ج۔۱)

"یحیی قطان، ابو حاتم، امام نسائی کے نزدیک یہ قوی نہیں۔ دارقطنی نے اسے ضعیف کہا کیونکہ یحیی بن سعید اور دوسرے لوگوں نے اس کے بارے میں کلام کیا۔ عباس یحیی سے روایت کرتے ہیں کہ ابراہیم ضعیف ہے۔ ابن حبان نے اسے کثیر الخطا کہا ہے۔

اور ان میں خود ابراہیم نخعی ہے جس کے بارے میں تہذیب التہذیب میں ہے۔

"لم يلق احداً من الصحابة وهو مكثر من الرسال" ص ۱۷۸۔ ج۔۱

"یہ تابعی نہیں۔ کسی صحابی سے ان کی ملاقات نہیں اور یہ کثرت سے مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔ اور مرسل روایات محدثین کے نزدیک حجت نہیں بلکہ انہیں ضعیف روایات کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔ امام ذہبی ان کی مرسل روایات کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"وانه اذا ارسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحجة" (ميزان الاعتدال ص ۷۵۔ ج۔۱)

جب ابراہیم نخعی ابن مسعودؓ یا دوسروں سے مرسل روایات بیان کریں وہ حجت نہیں۔

اور مندرجہ بالا روایت بھی مرسل ہے اس لیئے حجت نہیں۔ دیکھ لیا آپ نے اپنی پیش کردہ روایت کا حال۔ اب خود سوچیئے کہ جب قرآنی تعویذ شرک ہے اور اس کا قائل و عامل مشرک ہے اور مشرک کو مشرک کہنا ضروری ہے تو بتلایئے حضرت عائشہؓ اور عمرو بن العاصؓ تو قائل و فاعل ہونے کی وجہ سے مشرک بن گئے۔

عثمانی۔ پچھلے بنائے ہوئے اصول کے مطابق تو واقعی مشرک ہو گئے۔ شرک اگر انبیاء بھی کریں تو معاف نہیں۔

"ولو اشرکوا لحبط عنهم ماکانو یعملون" (الآیة)
"اور اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی کریں تو
"لئن اشرکت لیحبطن عملک" (الآیة)
"ان کو بھی رعایت نہیں" پھر حضرت عائشہ مشرکہ ہونے سے کیسے بچ سکتی ہیں؟

م- صحابہ کو مشرک بنانے کی لیجیے دوسری سعی-

کتاب الداء والدواص ۴۷ سے حضرت ایک عبارت نقل کرتے ہیں-

"شرحی کہتے ہیں ایک بار پاؤں ابن عباس کا سن ہوگیا- کہا "یا محمد" فی الفور کھل گیا-
میرے موحدین اخوان اللہ کے لیئے سوچیں اگر یہ بھی شرک نہیں تو پھر وہ لوگ جو کہتے ہیں-

"یا محمد انظر حالنا" اور اغثنی یا رسول اللہ"

کیسے شرک بنا- (ص ٦٦ حیقیقت تعویذ) اسے کہتے ہیں-

نشہ پلاکے گرانا توسب کو آتا ہے-

توحید کے نشے میں صحابہ کو مشرک بنا دیا- ان الفاظ پر غور کیجیے- اگر یہ بھی شرک نہیں"--- کتنا زور لگایا ابن عباس کے اس قول کو شرک ثابت کرنے پر" ان حضرت کی بات مان لیں کہ جی یہ شرک ہے (کیونکہ کہتے ہیں) پھر

"یا محمد انظر حالنا" اور "اغثنی یا رسول اللہ"

شرک کیسے) ابن عباس تو مشرک بن گئے" اناللہ وانا الیہ راجعون" ان کو وہ مقصود مل گیا جن کی ان میں تڑپ تھی- اور اگر ان میں صحابہ کو مشرک ثابت کرنے کی بجائے موحد ثابت کرنے کا جذبہ ہوتا تو فوراً اس روایت کی سند کا مطالبہ کرتے کہ یہ کس کتاب میں ہے- اس کے راوی کون ہیں صاحب کتاب سے کہتے کہ یہ صحابی پر بہتان ہے اور اگر یہ واقعی ثابت ہوجاتی کہ یہ صحیح روایت ہے تو صحابی کے قول کی تاویل کرتے کہ اس کا یہ معنیٰ ہے- بجائے روایت کی چھان پھٹک کے ساری قوت صحابی کو مشرک ثابت کرنے کیلئے لگادی اور کہا کہ اگر صحابی کا یہ قول شرک نہیں تو بریلویوں کا غیر اللہ کو پکارنا بھی شرک نہیں-

عثمانی- اس روایت کے بارے میں آپ ہی بتلادیجیے کہ یہ روایت کیسی ہے- اور کہاں آتی

ہے-

محمدی- یہ روایت امام ابوبکر ابن السنی "عمل الیوم واللیلۃ" ص ۴۳ پر ذکر کرتے ہیں اور اس کی سند میں "غیاث بن ابراہیم" ہے جو کذاب ہے اس کے بارے میں مختلف آئمۃ کی جرح سنیئے-

"قال احمد و البخاری والنسائی والدار قطنی "متروک الحدیث" و قال یحییٰ لیس بثقۃ و قال مرۃ کان کذاباً- و قال السعدی و ابن حبان یضع الحدیث قال البخاری ترکوہ و قال الازدی لا تحل الراویۃ (عنہ)" (کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ص ۲۴۳ ج۲)

"امام احمد بخاری اور نسائی کہتے ہیں کہ یہ متروک الحدیث ہے- یحییٰ کہتے ہیں یہ ثقہ نہیں اور ایک مرتبہ کہا یہ کذاب ہے- سعدی اور ابن حبان کے بقول یہ احادیث گھڑا کرتا تھا- امام بخاری کے نزدیک یہ متروک ہے- ازدی کہتے ہیں اس سے روایت بیان کرنا جائز نہیں-"

عثمانی- کیا اس قسم کی اور روایات بھی آئی ہیں-

محمدی- ہاں! امام ابوبکر ابن السنی بھی کئی روایات بیان کرتے ہیں اور امام بخاری بھی عبداللہ بن عمر سے ایک روایت بیان کرتے ہیں- جرح تو اس سند پر بھی ہوسکتی ہے- اس کی سند ملاحظہ فرمایئے-

"حدثنا ابو نعیم قال حدثنا سفیان عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن سعد قال (طبقات المدلیس ص ۱۴)

اس میں ابو اسحاق ہے جو کہ مدلس ہے

بعض افراد کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے اور اگر اختلاف کی وجہ سے اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیا جائے تو اس کا معنی وہ نہیں ہوگا جو شاہ محمد نے ابن عباس کو مشرک ثابت کرنے کے لئے بیان کیا بلکہ جو امام بخاری نے سمجھا اور جس کی الشیخ فضل اللہ الجیلانی نے بہترین تشریح کی-

امام بخاری اس روایت کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اس حدیث سے یہ استدلال کرتے

ہیں جو اس باب کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔

"باب ما یقول الرجل اذا خدرت رجله"

"جب کسی کا پاؤں سن ہوجائے تو وہ کیا کہے"

باب کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول عام ہے آج بھی کوئی کہہ سکتا ہے کیا اس استدلال پر امام بخاری پر کفر و شرک کا فتویٰ نہیں لگے گا کہ وہ کس چیز کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ (شاہ محمد شاید یہ جرأت بھی کر دکھائے) حدیث کی سند، الفاظ اور الشیخ فضل اللہ الجیلانی کی تشریح سنیئے۔

"حدثنا ابو نعيم قال حدثنا سفيان عن ابی اسحق عن عبدالرحمن بن سعد قال خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل اذكر احب الناس اليک فقال محمد (ص ۴۲۹ ج۲، فضل الله الصمد فی توضيح الادب المفرد)

و فی رواية ابن السنی "يا محمداه" بلفظ الندبة و فی اخرى عنده "محمد صلى الله عليه وسلم" بدون يا وعلى كل حال فصورة النداء فی بعض الروايات ليس على حقيقة ولا يتوهم انه الاستغاثة او الاستعانة وانما المقصود اظهارالشوق اضرام نارالمحبة، وذكر المحبوب يسخن القلب و نشطه، فيذهب انجماد الدم فيجرى فی العروق وهذا هوالفرح والخطاب قديكون لا على ارادة الاستماع راجح الباب " (ص ۴۲۹ ج۲)

"ابن عمرؓ کا پاؤں سن ہوگیا ایک آدمی نے ان سے کہا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب ہستی کو یاد کرو تو ابن عمر نے کہا "محمد صلی اللہ علیہ وسلم"

اور ابن السنی کی روایت میں ندا کے یہ الفاظ ہیں "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم" اور دوسری روایت میں "یا" کی بجائے صرف "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ ہیں۔ بہر حال بعض روایات میں ندا کی صورت حقیقی نہیں اور کوئی وہم میں مبتلا نہ ہوجائے کہ یہ ندا امداد یا

استغاثہ کے لیئے تھی۔ مقصود اظہار شوق اور محبت کی آگ کو بھڑکانا تھا محبوب کے ذکر سے دل ہوشیار اور گرم ہوجاتا ہے۔ خون کا انجماد ختم ہوجاتا ہے اور وہ رگوں میں دوڑنے لگتا ہے اور اسی کو خوشی کہتے ہیں اور خطاب بعض اوقات سنانے کے ارادے سے نہیں ہوتا۔

ابن عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امداد کے لئے نہیں پکار رہے تھے۔ شرک تو استعانت کا عقیدہ رکھنے پر بنتا ہے۔ ایک مریض کے منہ سے بے ساختہ تکلیف کی وجہ سے "ہائے اماں" کے الفاظ نکلنا شرک نہیں جبکہ اس کی ماں بھی مر چکی ہو کیونکہ اس کی نیت صرف تذکرے کی ہے نہ کہ امداد کی۔ اسی طرح ابن عمرؓ محبوب شخصیت کو یاد کر رہے تھے جس کا نفسیاتی اثر یہ ہوا کہ پاؤں صحیح ہوگیا یہ طریقہ علاج تھا نا کہ مشکل کشائی۔

اسی طرح حضرت فاطمہ نے اپنے باپ کی وفات کے بعد یہ الفاظ ادا کیئے۔

"یا ابتاہ" (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری ص ۵۴۷)

"اے ابا"

یہاں بھی ندا سے مراد استغاثہ اور استعانت نہیں ہے بلکہ تذکرہ ہے جیسے ابن عمرؓ کا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت فاطمہؓ کا "اے ابا" پکارنا شرک نہیں تو ابن عباسؓ کا "یا محمد" کہنا شرک کیسے اور بریلویوں کا

"اغثنی یا رسول اللہ"

کہنا اس لیئے شرک ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد طلب کی گئی ہے کہ اے اللہ کے رسول میری فریاد رسی کیجیئے۔ اسی طرح

"یا محمد انظر حالنا"

میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب، حاضر و ناظر اور بگڑی بنانے والا تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ شرک اس لیئے بنتا ہے کہ رب بھی اس کو شرک کہتا ہے فرمایا

"امن يجيب المضطر اذا دعاه و يكشف السوء" (الأية)

"کون ہے اللہ کے علاوہ جو بے چین کی پکار کو سنے جبکہ وہ بندہ اسے پکارے اور اس کی تکلیف کو دور کرے"

بریلویوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مشکل کشائی اور فریاد رسی میں اللہ کا شریک کر دیا۔ لہذا یہ شرک ہے۔

ع۔ واقعی یہ شخص اجہل الجاہلین ہے جو اپنی جہالت کی وجہ سے صحابہ تک کو مشرک سمجھتا ہے جبکہ قرآن ان کے سینے پر رضائت کے تمغے سجا رہا ہے۔

"رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" (الآیة)

آپ مجھے قرآنی تعویذات کے بارے میں علماء کا اختلاف بتلا رہے تھے۔

محمدی۔ بقول ان کے جیسا کہ آپ نے سنا کہ ابن مسعودؓ کے شاگردان ان تعویذات کی ممانعت کی طرف گئے ہیں جب تک کہ ان کی اسناد پیش نہیں کر دی جاتیں۔ یہ بات ہوائی قلعے کے مترادف ہے۔ اسی طرح ابو جعفر الباقر تابعی جو مشہور آئمہ اہل بیت میں سے ہیں، قرآنی تعویذ کو جائز کہتے ہیں (فتح المجید ص ۱۲۷) اور آئمہ ثلاثہ کا مسلک آپ نے خود مخالف کی زبان سے سن لیا۔

عثمانی۔ وہ اہل حدیث علماء کے بہت سے حوالے دیتا ہے کہ وہ سب ان کو حرام اور شرکیہ فعل قرار دیتے ہیں۔

محمدی۔ جس طرح اس نے چند علمائے اہل حدیث جن میں "پیر بدیع الدین شاہ صاحب مولانا عبدالرشید حنیف جھنگوی، مولوی محی الدین لکھوی، مولانا عبدالحفیظ میر کراچی، مولوی چراغ دین قلعہ دیدار سنگھ، مولانا عبدالسلام بھٹوی گوجرانوالہ اور مولانا عبدالعزیز نورستانی کے نام ذکر کئے ہیں۔ پتہ نہیں ان لوگوں نے یہ فتوے دیئے بھی ہیں یا نہیں کیونکہ راقم الحروف نے بھی مولانا عبدالسلام بھٹوی اور مولانا عبدالعزیز صاحب نورستانی سے گفتگو کی ہے تو مولانا عبدالسلام صاحب بھٹوی نے فرمایا کہ اس نے میرے بیان کی تحریف کی ہے اور جیسا کہ اس کی کتاب کی عبارت سے بھی ظاہر ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

" قرآنی و غیر قرآنی تعویذ بعد کی ایجاد ہے یعنی (بدعت ہے) "ص ۵۱ حقیقت تعویذ" یہ بریکٹ بتلا رہی ہے کہ یہ الفاظ بڑھائے گئے ہیں اور اسی طرف ہی محترم عبدالسلام صاحب نے اشارہ کیا تھا اسی طرح عبدالعزیز صاحب بھی قرآنی تعویذ کو ناجائز قرار دیتے ہیں :-

کہ شرک و کفر"

اور اگر ہم آج کل کے علماء کے نام گنوائیں جو قرآنی تعویذ کو جائز کہتے ہیں تو اس کے لیئے ایک دفتر کی ضرورت ضرور پڑ جائے گی۔ ہاں وہ فتوے جو اس نے ص ۴۱ پر ذکر کئے ہیں قابل غور ہیں۔ ان عبارات کے نقل کرنے میں بھی دھوکے سے کام لیا گیا ہے میں آپ کو پوری عبارت بتلاتا ہوں۔ تحفۃ الاحوذی کے مصنف الشیخ عبدالرحمن مبارک پوری فرماتے ہیں۔

"والراجح فی الباب ان ترک التعلیق افضل فی کل حال بالنسبة الی التعلیق الذی جوزہ بعض اهل العلم" (ص ۱۷۱ ج۳، تحفة الاحوذی)

"راجح بات اس بارے میں یہی ہے کہ تعویذ لٹکانے کی نسبت نہ لٹکانا ہر حال میں افضل ہے" (بعض اہل علم نے تعویذ لٹکانے کو جائز قرار دیا ہے" (شاہ محمد نے عبارت کا خط کشیدہ حصہ نقل ہی نہیں کیا) اگر پوری عبارت نقل کر دی جاتی تو کوئی ابہام نہ رہتا اور معلوم ہو جاتا کہ علماء دونوں طرف گئے ہیں اور پھر قابل غور نقطہ یہ بھی ہے کہ گفتگو افضل و غیر افضل پر ہو رہی ہے شرک و کفر کی نہیں۔ یعنی تعویذ نہ لٹکانے کو افضل اور لٹکانے کو مفضول قرار دیا گیا ہے۔ نہ کہ شرک و کفر۔

اسی طرح الشیخ عبدالرحمن مبارک پوری اسی صفحے پر فرماتے ہیں۔

"وقد اختلف فی ذلک اهل العلم" (ص ۱۷۱۔ ج۳)

"اہل علم کا اس مسئلے میں اختلاف ہے"

پھر علامہ صدیق حسن کا یہ کلام نقل کرتے ہیں

"وقال السیّد العلامة الشیخ ابو الطیب صدیق بن حسن القنوجی فی کتابه "الدین الخالص" اختلف العلماء من الصحابة والتابعین فمن بعدهم" (ص ۱۷۱۔ ج۳)

"صحابہ اور تابعین اور بعد میں آنے والے لوگوں کا اس مسئلے میں اختلاف ہے۔

ایک اور حوالہ جو دراصل ہمارے کسی طرح بھی مخالف نہیں ملاحظہ فرمائیے جو شاہ محمد اپنی کتاب میں نقل کرتا ہے۔

"قال القاضی ابوبکر بن العربی فی شرح الترمذی تعلیق القرآن لیس من طریقۃ السنۃ و انما السنۃ فیہ الذکر دون التعلیق" (عون المعبود ص ۶، ج ۴)

"ابن العربی بیان کرتے ہیں کہ قرآن کو لٹکانا سنت طریقہ نہیں ہے لٹکانے کی بجائے پڑھنا سنت ہے۔"

یہ بات تو ہم پہلے ہی تسلیم کرتے ہیں کہ تعویذ سے علاج سنت نہیں جائز ہے۔ پھر اس حوالے کے نقل کرنے میں بھی انصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ ابوبکر بن العربی کی اپنی کتاب جہاں سے صاحب عون المعبود نے حوالہ دیا ہے، میں

"تعلیق القرآن لیس من طریقۃ السنۃ" سے پہلے یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔

"فان تعلق قرآناً فانہ تقاۃ" (عارضۃ الاحوذی شرح ترمذی ۲۲۲/۸)

"اگر قرآن کو لٹکایا جائے تو یہ بچاؤ کا سبب بن سکتا ہے"

اسی طرح عون المعبود میں ابن العربی کی اس عبارت سے متصلاً علامہ سندھی کی یہ عبارت بھی موجود ہے۔

اماما یکون بالقرآن والاسماء الهیة فهو خارج عن هذا الحکم بل هو جائز" (عون المعبود ص ۶، ج ۴)

قرآن اور اللہ کے ناموں کو لٹکانا شرک کے حکم سے خارج ہیں بلکہ جائز ہیں۔ اور اسی صفحے پر یہ بات بھی موجود ہے۔

" وفیہ دلیل علیٰ جواز تعلیق التعویذ علی الصغار" (عون المعبود ۶/۴)

"یعنی یہ حدیث بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کی دلیل ہے"

اگر یہ تینوں عبارات ذکر کر دی جاتیں تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ علماء دونوں طرف گئے ہیں اور یہی حال مرعاۃ المفاتیح کے حوالے سے کیا ہے صفحہ ۱۳۰ ج ۴ کی یہ عبارت تو نقل کر دی کہ عبیداللہ مبارکپوری فرماتے ہیں۔

"والاحوط عندی ہوترک التعلیق و جوباً لاندباً فقط سدالباب و قطعاً للزریعۃ"

"احتیاط کا راستہ میرے نزدیک ترک تعلیق ہے وجوباً نہ کہ ندباً دروازے کو بند کرنے اور ذریعے کو قطع کرنے کے لئے"

اور اس دروازے کو بند کرنے کے ہم بھی قائل ہیں فرق صرف یہ ہے کہ قرآنی تعویذ کو کفر و شرک سمجھ کر نہیں بلکہ جس وجہ سے عبیداللہ مبارک پوری ترک تعلیق کو احتیاط کا راستہ سمجھتے ہیں اور نواب صدیق الحسن جس وجہ کو "الدین الخالص" میں ذکر کرتے ہیں۔

عثمانی۔ وہ کون سی وجہ ہے ہمیں بھی تو بتلائیے۔

محمدی۔ وہ وجہ یہ ہے جس کو نواب صاحب بھی بیان کرتے ہیں۔

"سدالذریعۃ فانہ یخض الیٰ تعلیق من لیس کذلک" (ص ۳۴۴۔ الدین الخالص)

سدباب کیونکہ (غیر شرکیہ) تعویذ کی اجازت دی جائے تو لوگ آہستہ آہستہ مشتبہ یا شرکیہ الفاظ والے تعویذ بھی استعمال کرنے لگ جائیں۔ قرآن حدیث کے الفاظ کے ساتھ تعویذ کرتے کرتے کہیں غیر مشروع الفاظ کے ساتھ بھی تعویذوں کا راستہ نہ کھل جائے جو غربت اسلام کا ذریعہ بن جائے۔

سوچئیے عبیداللہ مبارک پوری اور نواب صدیق الحسن تعویذ کے اس لیئے مخالف نہیں کہ یہ کفر و شرک ہے بلکہ اس لئے مخالف ہیں کہ اس کاروبار میں ملوث ہونے والے شرکیہ اور غیر شرکیہ تعویذات کی تفریق ختم کر دیتے ہیں لہذا اس دروازے کو کھولا ہی نہ جائے۔ "نہ بانس رہے نہ بانسری" لیکن شاہ محمد کی ہیرا پھیری دیکھئیے کہ بعد کی عبارت تو نقل کر دی جس سے یہ تاثر ملتا ہے کہ یہ لوگ قرآنی تعویذ کے نہ لٹکانے کو واجب سمجھتے تھے لیکن پہلی

عبارت جو انہوں نے ص ۱۲۹ ج ۶ پر ذکر کی اسے پی گئے جس میں وہ اس مسئلے میں علماء کے اختلاف کا ذکر کرتے ہیں۔ سلف میں اس مسئلے کے راجح مرجوح پر اختلاف ہے جیسا کہ محدث عصر ناصر الدین البانی فرماتے ہیں۔

"والسلف من التابعين و غير هم مختلفون فى ذ لک فاجازه بعضهم و كرهه ، آخرون" (ص ۴۵ الكلم الطيب حاشيه البانى)

تابعین اور دوسرے علماء میں اس مسئلے میں اختلاف ہے بعض نے اس کی اجازت دی ہے اور بعض نے اسے ناپسند کیا ہے۔ یہ تو تھا ان کے پیش کردہ حوالوں کا حال اب ذرا یہ بھی سن لیں کہ کیا اس کو جائز کہنے والے بھی ہیں۔

عثمانی۔ ضرور بتلایئے تاکہ دیکھا جائے کہ ہمارے اسلاف زیادہ کس طرف گئے ہیں۔

محمدی۔ آپ نے اس روایت کا حال تو دیکھ لیا جس میں شاگردان ابن مسعودؓ کے بارے میں ذکر کیا گیا تھا کہ وہ قرآنی و غیر قرآنی تمائم کو ناجائز کہتے ہیں اور ابراہیم نخعی ان پر بھی تمیمے کا اطلاق کرتے ہیں اب ذرا جائز کہنے والوں کی بھی سن لیں۔

۱۔ "حدثنا ابوبكر قال حدثنا هشام قال حدثنا حجاج قال اخبرنى من راى سعيد بن جبير يكتب التعويذ لمن اتاه قال حجاج وسالت عطاء فقال ما سمعنا بكراهية الامن قبلكم من اهل العراق" (ص ۱۲۸ ج۸ مصنف ابن ابى شيبه)

حضرت سعید بن جبیر اپنے پاس آنے والے کو تعویذ لکھ دیتے تھے حجاج نے حضرت عطاء سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اہل عراق میں سے سوائے تمہارے میں نے اس کی کراہت کسی سے نہیں سنی"

یعنی اہل عراق میں سے صرف ایک ہی جماعت اس کی کراہت کی قائل تھی۔ یعنی باقی تمام لوگوں کا اس کے جائز ہونے پر اجماع ثابت ہو گیا جیسا کہ ابن المبارک کا یہ قول ترمذی شریف میں فاتحہ خلف الامام کے باب میں نقل کیا گیا

"انا اقرء و الناس يقرؤن الاقوم من الكوفيين"

"فاتحہ پڑھنے پر سب کا اجماع ہے سوائے کوفیوں کی ایک جماعت کے"
تعویذ کے جائز ہونے پر اجماع بھی اسی قبیل سے ہے۔

عثمانی۔ لیکن اس روایت میں بھی ایک مجہول راوی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے اور ضعیف ناقابل عمل ہوتی ہے۔

محمدی۔ اگر راوی کا علم نہ ہو سکتا تو مجہول راوی کی وجہ سے روایت واقعی ضعیف بن جاتی۔ لیکن سنن الکبریٰ کی سند سے راوی کی جہالت دور ہو گئی۔ امام بیہقی فرماتے ہیں۔

"حدثنا عبدالرحمن بن مهدى عن شعبة عن الحجاج عن فضيل ان سعيد بن جبير كان يكتب لابنه المعاذة قال وسالت عطا؟ فقال ماكنا نكرهها الاشياء جاءنا من قبلكم" ۹/۳۵۱"

سعید بن جبیر اپنے بیٹے کو تعویذ لکھ کر دیتے تھے"

مصنف ابن ابی شیبہ کی سند میں "من رای سعید بن جبیر" ہے اور وہ فضیل ہے جس سے حجاج روایت کر رہے ہیں لہذا جہالت دور ہو گئی۔

عثمانی۔ کیا کسی اور نے بھی اس کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا ہے۔

محمدی۔ جب اجماع آپ نے سن لیا اب فتووں کی کیا ضرورت۔ ویسے آپ کی تسلی کے لیئے کچھ ذکر کر دیتا ہوں"

۲۔ "حدثنا ابوبكر قال حدثنا عبيدالله عن حسن عن جعفر عن ابيه انه كان لايرى بأساً ان يكتب القرآن فى اديم ثم يعلقه" (ص ۳۹۔ ج۸ مصنف ابن ابى شيبه)

جعفر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کوئی حرج نہیں پاتے کہ قرآن مجید کو چمڑے پر لکھ کر اسے گلے میں لٹکایا جائے۔

"حدثنا ابوبكر قال حدثنا يحيىٰ بن ادم عن ابان بن ثعلب عن يونس بن حباب قال سالت ابا جعفر عن التعويذ يعلق على الصبيان فرخص فيه" (ص ۲۰ ج ۸ مصنف ابن ابى شيبه)

یونس بن حباب کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے بچوں کے گلے میں لٹکائے جانے والے تعویذ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اس میں رخصت کا فتویٰ دیا"

"اور کنز العمال میں ان کا تفصیلی فتویٰ ان الفاظ میں ہے۔

"عن یونس بن حباب قال استأمرت ابا جعفر محمد بن علی فی تعلیق المعاذة فقال نعم اذ کان من کتاب الله اوکلام عن النبی صلی الله علیه وسلم و امرنی ان استشفیٰ به من الحمیٰ قال فکنت اکتبها من الربع یا نارکونی برداً و سلاماً علی ابراهیم واراد وابه کیداً فجعلنا هم الاخسرین - الهم رب جبرئیل و میکائیل واسرافیل" اشف صاحب هذاالکتاب (ابن جریر) (ص ۱۹۴ ج ۵ کنز العمال) زادالمعاد ۳۵۸/۴

"یونس بن حباب کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر سے تعویذ کے لٹکانے کے بارے میں مشورہ کیا تو انہوں نے کہا ہاں! جبکہ وہ اللہ کی کتاب یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے ہو اور مجھے حکم دیا کہ میں بخار کا اس سے علاج کروں۔ یونس بن حباب کہتے ہیں کہ میں نے مندرجہ بالا الفاظ چوتھے کے بخار کے لئے لکھے اے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل کے رب اس صاحب تعویذ کو شفاء دے"

۳۔ حافظ ابن حجر، "ان الرقیٰ والتمائم والتولہ شرک" کی حدیث پیش کر کے فرماتے ہیں۔

"وانما کان من الشرک لانهم ارادوا دفع المضار وجلب المنافع من عند غیر الله ولا یدخل فی ذلک ما کان باسماء الله وکلامه (فتح الباری ص ۱۹۷ ج ۱۰)

"یہ اس صورت میں شرک بنا کہ انہوں نے برائی کو دور کرنے اور بھلائی کا حصول غیر اللہ سے طلب کیا اور اگر اللہ کے اسماء اور کلام کا استعمال کیا جائے تو یہ شرک کے زمرے میں نہیں آتا۔

۴۔ "حدثنا ابوبکر قال حدثنا اسحاق الازرق عن جویبر(۱) عن

الضحاک لم یکن یری بأسا ان یعلق الرجل الشئی من کتاب الله اذا وضعه، عندالغسل و عند الغائط" (ص ۴۰ ج ۸ مصنف ابن ابی شیبه)

"ضحاک اس بات میں کوئی برائی نہیں سمجھتے تھے کہ کوئی شخص قرآن میں سے کچھ لٹکالے جبکہ وہ غسل اور قضاء حاجت کے وقت اس کو اتار دے"

اور یہ وہی احتیاط ہے جس کا ہم نے پچھلے صفحات میں تذکرہ کیا ہے جس کی طرف تعویذ پہننے والے توجہ نہیں دیتے ہیں جس کی وجہ سے ہم تعویذ پہننے کو غیر افضل سمجھتے ہیں۔

۵۔ "حدثنا ابوبکر قال حدثنا عبدالرحیم بن سلیمان عن اسماعیل(۱) بن مسلم عن ابن سیرین انه کان لا یریٰ بأساً بالشئی من القرآن" (ص ۴۰ ج ۸ مصنف ابن ابی شیبه)

(۱)۔ اگرچہ ضعیف ہے لیکن بقول ابو حاتم متروک نہیں اس کی حدیث لکھی جاتی ہے (تہذیب الکمال ۲۰۳/۳)

"ابن سیرین قرآن کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں پاتے تھے"

۶۔ "اخبرنا ابو زکریا بن ابی اسحق و ابوبکر بن الحسن قالاثنا ابوالعباس الاصم ثنابحربن نصر ثنا ابن وهب اخبرنی نافع ابن یزید انه سال یحیی بن سعید عن الرقیٰ و تعلیق الکتُب فقال کان سعید بن المسیب یامر بتعلیق القرآن و قال لاباس به " (السنن الکبریٰ ص ۳۵۱ ج ۹)

"نافع بن یزید نے یحیٰ بن سعید سے رقی اور تعلیق کتاب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا سعید ابن المسیب قرآن مجید لٹکانے کا حکم دیتے اور فرماتے اس میں کوئی حرج نہیں۔

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا عقبة ابن خالد عن شعبة عن ابی عصمة قال سالت سعید بن المسیب عن التعویذ فقال لاباس اذا کان فی ادیم" (ص ۳۸ ج ۸ ، مصنف ابن ابی شیبه)

"ابو عصمۃ نے سعید بن المسیب سے تعویذ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا،
جب وہ چمڑے پر ہو تو کوئی حرج نہیں"

۷۔ "حدثنا ابوبکر قال حدثنا وکیع عن اسرائیل عن ثویر(۱) قال کان مجاهد یکتب الناس التعویذ فیعلقه علیهم" (ص ۳۹ ج ۸، مصنف ابن ابی شیبه)

(۱)۔ ضعیف ہے

مجاہد لوگوں کو تعویذ لکھ دیتے اور اس کو ان کے گلے میں لٹکا دیتے۔

۸۔ "حدثنا ابوبکر قال حدثنا ابن نمیر عن عبدالملک عن عطاء فی الحائض یکون علیها التعویذ قال ان کان فی ادیم فلتنزعه وان کان فی قصبة فضة فان شائت وضعته، وان شائت لم تضعه، (ص ۳۸ ج ۸ مصنف ابن ابی شیبه)

عطاء سے حائضہ عورت جس کے گلے میں تعویذ ہے" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا اگر وہ چمڑے پر ہو تو اسے اتار دینا چاہیئے اور اگر وہ چاندی کے خول میں ہے تو اس کا دل چاہے تو اتار دے اور دل چاہے تو نہ اتارے۔

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا یحیٰ بن آدم قال حدثنا حسن عن لیث عن عطا قال لاباس ان یعلق القرآن" (ص ۴۰ ج ۸: مصنف ابن ابی شیبه)

"عطا کہتے ہیں کہ قرآن کے لٹکانے میں کوئی حرج نہیں ر

۹۔ علامہ ابی الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الافریقی المصری فرماتے ہیں۔

"واما المعا ذات اذا کتب فیها القرآن واسماء الله تعالیٰ فلا بأس بها" (لسان العرب ۱۲/۷۰)

"وہ تعویذات جن میں قرآن اور اللہ کے نام لکھے جائیں ان میں کوئی حرج نہیں"

۱۰۔ امام بیہقی عقبہ بن عامر الجہنی کی روایت "من تعلق تمیمة فلا اتم الله له" پیش کرکے

تبصرہ کرتے ہیں۔

"وهذا ایضا یرجع معناه الیٰ ماقال ابو عبید "اما الرقیٰ والتمائم فانما ارادعبدالله ما کان بغیر لسان العربیة ممالا یدری ماهو" و قد یحتمل ان یکون ذلک وما اشبهه من النهی و الکراهیة فمن تعلقها و هو یریٰ تمام العافیة و زوال العلة منها علی ما کان اهل الجاهلیة یصنعون فامامن تعلقها متبرکاً بذکر الله تعالیٰ فیها و هو یعلم ان لا کاشف له، الا الله ولا دافع عنه، سواه فلا بأس ان شاء" (ص ۳۵۰ ج ۹، سنن الکبریٰ)

"اس حدیث کا معنیٰ بھی وہی ہے جو کہ ابو عبید نے بیان کیا۔ کہ رقیٰ اور تمائم سے مراد عبداللہ بن مسعود وہی لیا کرتے تھے جو غیر عربی زبان میں ہوں کہ اس کا پتہ نہ چلے کہ وہ کیا لکھا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ کراہت اور نہی اس شخص کے بارے ہو۔ جو ان کو لٹکا کر انہیں ہی بیماری دور کرنے اور شفاء دینے والا سمجھے جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ کیا کرتے تھے۔ اور جو اللہ کے ذکر کو تبرک حاصل کرنے کیلئے لٹکائے اور اس کو اس بات کا بھی علم ہو کہ اللہ کے سوا بیماری کو ختم کرنے والا اور دور کرنے والا کوئی نہیں تو اس کو قرآنی تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔

11۔ الشیخ محمد السفارینی فرماتے ہیں۔

"فلا بأس بکتابة القرآن وماورد و التعویذ به و تعلیقه" (ص ۲٦ ج ۲ غذا الالباب)

"قرآن مجید کے لکھنے اور اس کا تعویذ بنانے اور لٹکانے میں کوئی حرج نہیں"

12۔ امام دارمی کا بھی یہی مسلک تھا۔ دارمی میں وہ عطاء کا قول ذکر کرتے ہیں۔

"اخبرنا یعلی بن عبیدثنا عبدالملک عن عطاء فی المرأة الحائض فی عنقها التعویذ اوالکتاب قال ان کان فی اریم فلتنزعه،و ان کان فی قصبة مصاغة من فضة فلا بأس وان شاءت وضعت و ان شائت لم تفعل قیل لعبد الله تقول بهذا قال نعم" (دارمی ص ۲۱۱ ج ۱)

عطا حائضہ عورت کے بارے میں "جس کے گلے میں تعویذ ہے" فرماتے ہیں اگر وہ چمڑے پر ہے تو اسے اتار دینا چاہیئے اور اگر چاندی کے خول میں "مڑھا ہوا" ہے تو اس کا دل چاہے تو اتار دے نہ چاہے تو نہ اتارے امام دارمی سے کہا گیا، کیا آپ کا بھی یہی مسلک ہے۔ فرمایا "ہاں"۔

13۔ اسی طرح امام اللغۃ ابو نصر اسماعیل بن حماد الجوہری فرماتے ہیں۔

"واما المعاذات اذا كتب فيها القرآن واسماء الله تعالى فلا بأس بها" (ص ۱۸۷۸ ج ۵ الصحاح)

"وہ تعویذات جن میں قرآن اور اللہ کے نام لکھے جائیں ان میں کوئی حرج نہیں۔"

14۔ صاحب لمعات شرح مشکوٰۃ میں عبد اللہ بن عمرو کی حدیث بیان کر کے فرماتے ہیں۔

"هذا هوالسند فيما يعلق فى اعناق الصبيان من التعويذات" (لمعات شرح مشكوة)

"بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کی حدیث ہذا سند اور دلیل ہے"

ملا علی قاری مرقاۃ میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں

"وهذا هو اصل فى تعليق التعويذات التى فيها اسماء الله"

جن تعویذات میں اسمائے الٰہی لکھے ہوں ان کو لٹکانے کی یہ حدیث اصل ہے

15۔ امام احمد کے بیٹے "مسائل امام احمد بن حنبل میں فرماتے ہیں۔

"رايت ابى يكتب التعويذ للذى يفزع، والحمى لاهله و قرابته و يكتب للمراة اذا عسر عليه الولادة فى جام اوشى لطيف و يكتب حديث ابن عباس " ص ۱۳۴۵ ج ۲، مسائل احمد بن حنبل" (زادالمعاد ۴/۳۵۸)

"کہ میں نے اپنے والد کو مریضوں کے لیئے تعویذ لکھتے دیکھا۔ اپنے گھر والوں اور رشتہ داروں کو تعویذ لکھ دیتے اور عسر ولادت کے لئے عورت کو چاندی کے برتن یا لطیف چیز پر

ابن عباس سے مروی تعویذ لکھ دیتے (جو کہ اگلے صفحات میں آ رہا ہے)"

16۔ الشیخ بکری حیانی حاشیہ کنز العمال پر فرماتے ہیں۔

"واما المعاذات اذا كتب فيها القرآن و اسماء الله تعالى فلا بأس بها" (ص ۷۳ ج ۱۰، حاشيه كنز العمال)

وہ تعویذات جن میں قرآن یا اسمائے الٰہی لکھے جائیں ان میں کوئی حرج نہیں۔"

عثمانی۔ کمال ہے۔ اتنے جلیل القدر تابعین اور آئمہ دین قرآن لٹکانے کے جائز ہونے کا فتویٰ دے رہے ہیں جن کے علم، تقویٰ اور فضیلت کا کوئی بھی انکاری نہیں، سب ہی قائل ہیں تو پھر ابراہیم نخعی اور ان کے ساتھی کیوں ناپسند کرتے ہیں۔

محمدی۔ وہ ان بد احتیاطوں کی وجہ سے ناپسند کرتے ہیں جو تعویذ پہننے والے کرتے ہیں اور ضحاک جن پر زور دیتے ہیں کہ قضائے حاجت اور غسل کے وقت اتار دینا چاہیئے۔ ابراہیم نخعی کی ناپسندیدگی کی وجہ اس روایت سے واضح ہو جاتی ہے"

"حدثنا ابوبكر قال حدثنا وكيع عن ابن عون عن ابراهيم. انه كان يكره المعاذة للصبيان و يقول انهم يدخلون به الخلاء" (ص ۱۸ ج۸ مصنف ابن ابى شيبه)

"ابراہیم نخعی بچوں کے گلے میں تعویذ لٹکانے کو ناپسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہو جاتے ہیں۔"

عثمانی۔ ابراہیم نخعی یہ شرط لگا دیتے کہ یہ احتیاط کی جائیں۔ اجماع کی مخالفت کیوں کی۔

محمدی۔ ایک تو اس لئے کہ بچے یہ احتیاط کر ہی نہیں سکتے اور دوسرا یہ کہ ان کا اپنا اجتہاد ہے اور اجتہاد غلط بھی ہو سکتا ہے اور صحیح بھی۔ جیسا کہ اس واقعہ میں ہے۔

"حدثنا ابوبكر قال حدثنا و كيع عن مالك بن انس عن الزهرى عن عروة عن عائشة ان النبى صلى الله عليه وسلم كان ينفث فى الرقية" (ص ۴۴ ج ۸ مصنف ابن ابى شيبه)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیٰ میں پھونک مارا کرتے

تھے"

اب ابراہیم نخعی کی جماعت کی بھی سن لیں،

"عن ابراهيم قال كانوا يرقون و يكرهون النفث فى الرقى" (ص ۴۲ ج ۸ مصنف ابن ابى شيبه)

"ابراہیم نخعی اور ان کے ساتھی رقی کرتے تھے لیکن اس میں پھونک مارنے کو ناپسند کرتے تھے"

اب بتلایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تو پھونک ماریں اور ابراہیم نخعی کی جماعت ناپسند کریں تو یہ تو غلطی ہے نا ان کی۔ اب انصاف تو یہی ہے کہ یہاں بھی یکرہون کا معنیٰ حرام کریں جیسا کہ تعویذوں والی روایت میں کیا تھا۔

عثمانی۔ چلیں قرآن کے لٹکانے میں تو سوائے ابراہیم نخعی کی جماعت کے (اگر وہ سنداً ثابت ہو جائے) تمام اسلاف اس کے جواز کی طرف گئے ہیں لیکن قرآن کو پانی میں گھول کر پینا تو درست نہیں۔

محمدی۔ درست کیوں نہیں یہ بھی طریقہ علاج ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو نہیں ہوا لیکن ایک صحابی نے خود کیا ہے جیسا کہ اس روایت میں آتا ہے۔

"حدثنا ابوبكر قال حدثنا على بن مسهر عن ابن ابى ليلى عن الحكم عن سعيد بن جبير عن ابن عباس قال اذا عسر على المراة ولدها فيكتب هاتين الآيتين والكلمات فى صحفة ثم تغسل فتسقى منها(۱) بسم الله لا اله الا هو الحليم الكريم ، سبحان الله رب السموٰت السبع و رب العرش العظيم كانهم يوم يرونها لم يلبسوا الاعشية اوضحاها كانهم يوم يرون مايوعدون لم يلبسوا الاساعة من النهار بلاغ فهل يهلك الاالقوم الفاسقون" (ص ۲۷ ج ۸ مصنف ابن ابى شيبه)اورده الهندى فى كنزالعمال كتاب الطب عن ابن عباس من رواية بن السنى وزاد فى الاخير خذ-اناءنظيفاً فاكتب عليه ثم يغتسل

وتسقى المراة منه وينفخ على بطنها وفى وجهها (حاشيه مصنف ابن ابى شيبه ۸/۲۷

"ابن عباس فرماتے ہیں عورت کے لئے عسر ولادت کے موقع پر یہ دو آیات اور یہ کلمات ایک تختی پر لکھی جائیں پھر اس کو پانی سے دھویا جائے اور اسے دھو کر عورت اس پانی کو پئے۔ (یہ کلمات اور آیات اوپر گذر گئی ہیں۔)

کنزالعمال میں یہ بات زیادہ ہے کہ نظیف برتن لے کر اس پر لکھے اسے دھویا جائے اور عورت اس پانی کو پئے۔ اور اس کے پیٹ اور چہرے پر اس پانی کے چھینٹے مارے جائیں۔

عثمانی۔ لیکن یہ حدیث تو ضعیف ہے اس حدیث کو روایت کرنے والے ابن ابی لیلیٰ ہیں اور یہ راوی ضعیف ہے جیسا کہ تہذیب التہذیب میں ہے۔

"قال ابو طالب عن احمد كان يحىٰ بن سعيد يضعفه، و قال عبدالله بن احمد عن ابيه كان سیٔ الحفظ مضطرب الحديث و قال مرة ابن ابى ليلىٰ ضعيف، و قال ابو داؤد الطياسى عن شعبة مارائيت احداً سو حفظاًمن ابن ابى ليلى و قال روح عن شعبه افادنى ابن ابى ليلى احاديث فاذا هيى مقلوبة قال الجوز جانى عن احمد بن يونس كان زائدة لايحدث عنه و كان قدترک حديثه، قال يحيى بن معين ليس بذاک قال ابو زرعة ليس بالقوى قال ابو حاتم سئى الحفظ كثير الخطاء يكتب حديثه ولا يحتج به و قال النسائى ليس بالقوى، قال ابن حبان كان فاحش الخطاء ردى الحفظ فكثرت المناكير فى روايته تركه، احمد و يحيىٰ و قال الدار قطنى كان ردى الحفظ كثير الوهم قال ابن جرير الطبرى لايحتج به و قال صالح بن احمد عن ابن المدينى كان سئى الحفظ و اهيى الحديث و قال ابو احمد الحاكم عامة احاديثه،مقلوبة و قال الساجى كان سئى الحفظ۔ ص ۳۰۲ تا

۲۰۲ ج ۹"

یحیٰ بن سعید اور امام احمد نے اسے ضعیف کہا۔ امام احمد اسے سئی الحفظ اور مضطرب الحدیث کہتے ہیں۔ شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ سے زیادہ برے حافظ والا کوئی نہیں دیکھا۔ اور اس کی احادیث مقلوب ہیں۔ زائدہ ان سے احادیث بیان نہیں کرتے تھے اور ان کی احادیث کو ترک کر دیتے تھے۔ یحیٰ بن معین اور ابو زرعہ کے نزدیک یہ قوی نہیں۔ ابو حاتم اسے سئی الحفظ، کثیر الخطاء کہتے ہیں۔ ان کی حدیث لکھتے لیکن حجت نہ مانتے۔ ابن حبان اسے فاحش الخطاء ردی الحفظ بتلاتے ہیں۔ ان کی روایات میں منکر روایات کی کثرت ہے۔ امام احمد اور یحیٰ کے نزدیک یہ متروک ہے۔ امام دار قطنی کے نزدیک یہ ردی الحفظ اور کثیر الوہم ہے۔ ابن جریر اس کی احادیث کو حجت نہ مانتے۔ ابن المدینی کے نزدیک یہ سئی الحفظ اور واہی الحدیث ہے۔ امام حاکم کہتے ہیں اس کی عام احادیث مقلوب ہیں اور ساجی کے نزدیک بھی یہ سئی الحفظ ہے۔

محمدی۔ کسی نے سچ کہا، دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آجاتا ہے اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ یہی ابن ابی لیلیٰ عبداللہ بن عکیم کی اس روایت میں گذرا ہے۔ جسے امام ترمذی یوں بیان کرتے ہیں۔

"عن عبداللہ بن عکیم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تعلق شیأ فقد و کل الیہ" (الترمذی)

قال الترمذی و حدیث عبداللہ بن عکیم انما نعرفہ، من حدیث ابن ابی لیلیٰ" (ترمذی ج۲، ص ۲۷)

ہماری صرف ایک روایت کو ضعیف ثابت کرنے کیلئے اپنا پورا بیڑہ ہی غرق کر لیا۔ اپنے ہاتھ سے کلہاڑی کے ذریعے اپنا پاؤں کاٹ ڈالا۔ اب کبھی اس روایت کو پیش نہ کرنا کہ جس نے کوئی چیز لٹکائی (وہ بھی شرک ہے) اسے اس کے سپرد کر دیا جائے گا (یعنی یہ عام ہے)

گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

آپ نے بات چلائی ہے تو ذرا اب دل تھام کے بیٹھیں۔ قرآنی تعویذ کو شرک ثابت کرنا دور کی بات ہے آپ تمیمہ کو بھی شرک ثابت نہیں کرسکتے۔ جتنی روایات اس بارے میں آتی ہیں۔ سب کی سب ضعیف ہیں۔ عبداللہ بن عکیم کی روایت کا ضعف تو آپ نے دیکھ لیا۔ لیجئیے دوسری روایت

۲۔ حدثنا محمد بن العلاء حدثنا ابو معاویہ حدثنا الاعمش عن عمرو بن مرة عن یحییٰ بن الجزار عن ابن اخی زینب امراة عبداللہ عن زینب امراة عبداللہ عن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان الرقیٰ والتمائم و التولة شرک الخ (سنن ابی داوٗد ص ۲۱۲ ج ۲)

"بے شک رقیٰ تمائم اور تولہ شرک ہیں۔

1۔ ابن اخی زینب مجہول ہے جیسا کہ منذری کہتے ہیں (عون المعبود ص 369 ج 10، دار لفکر)

2۔ یحیٰ بن الجزار پر شیعیت میں غلو کا الزام ہے۔ (تہذیب التہذیب ص 192 ج 11)

3۔ تیسری روایت جس میں ذکر ہے۔

"کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکرہ عشرہ خلال --- عقد التمائم (الحدیث)

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس خصلتوں کو مکروہ جانتے تھے اس میں ایک تمائم باندھنا"

اس میں راوی عبدالرحمٰن بن حرملہ الکوفی ہے جس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں۔

"لم یصح حدیثہ" (تہذیب التہذیب ج ۶، ص ۱۴۸) (عون المعبود ص ۲۸۰۔ ج ۱۱ ط دارللفکر)

علامہ ناصر الدین البانی اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"اسنادہ ضعیف" (مشکوۃ ص ۱۲۵۵ ج۲)

"اس حدیث کی اسناد ضعیف ہیں"

4۔ چوتھی روایت

"حدثنا شرجيل ثنايزيدعن عبدالرحمن بن رافع التنوخی قال سمعت عبدالله بن عمرو يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ما ابالی ما اتيت ان انا شربت ترياقاً او تعلقت تميمة --- الخ"

(ابو داؤد ج ۴ ص ۲۰۱)

اس میں عبدالرحمن بن رافع التنوخی ہے۔ امام ذہبی اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"منکر الحدیث" (الکاشف 145/2)

اس کے بارے میں ابن حجر فرماتے ہیں۔

"ضعیف" (تقریب التہذیب ص 201)

امام بخاری فرماتے ہیں۔

"فی حدیثہ مناکیر" (میزان الاعتدال ۲/ ۵۶۰ ،تہذیب التہذیب ۱۵۲/۶)

"عبدالرحمن بن رافع کی احادیث میں منکر روایات ہیں"

ابو حاتم اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"حدیثہ منکر" (تہذیب التہذیب ۱۵۳/۶)

"قال الساجی، فیہ نظر" (تہذیب التہذیب ۱۵۳/۶)

علامہ البانی تخریج مشکوٰۃ میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"واسنادہ ضعیف" (۱۲۸۵/۲)

۵۔ "عن خالد بن عبید قال سمعت مشرح بن ھاعان یقول سمعت عقبہ بن عامر یقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تعلق تميمة فلا اتم الله له --- الخ" (مسند احمد ۱۰۴/۴، السنن الکبری ۳۵۰/۹)

ایک تو خالد بن عبید المعافری ہے جس کی ابن حبان کے سوا کسی نے توثیق نہیں کی اور ابن حبان کی توثیق مجاہیل کے بارے میں مشہور ہے۔

دوسرا راوی مشرح بن ھاعان ہے اس کے بارے میں ابن حبان فرماتے ہیں۔

"يروی عن عقبہ بن عامر احاديث مناكير لا يتابع عليها۔۔ والصواب فی امرہ ترک ماانفرد من الروايات والاعتبار مما وافق الثقات" (کتاب المجروحین ۲۸/۳)

"مشرح بن ہاعان عقبہ بن عامر سے منکر روایات بیان کرتا تھا اور اس کے بارے میں صحیح بات یہی ہے کہ جن روایت میں وہ منفرد ہے۔ وہ احادیث متروک ہیں اور ان روایات کا اعتبار کیا جائے جس میں وہ ثقات کی موافقت کرلے۔

وذکرہ ابن الجوزی فی الضعفاء والمتروکین" (۱۲۱/۳)

"ابن جوزی نے مشرح بن ھاعان کو ضعیف اور متروک راویوں میں شمار کیا ہے۔

"واخرج العقیلی فی الضعفاء (۲۲۲/۴) ان مشرح بن ھاعان کان ممن جاء مع الحجاج و نصب المنجنیق علی الکعبۃ"

"کہ مشرح بن ھاعان حجاج کے ساتھ آیا اور کعبہ پر منجنیق نصب کی۔ میں نے کہا نہ تھا کہ

نہ کھلواؤ زبان میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

دیکھ لیا آپ نے اپنی پیش کردہ روایات کا حال۔ تمام کی تمام ضعیف ہیں۔ سوائے ایک روایت کے جس میں بیعت کرنے والا وہ قصہ آتا ہے اور روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں۔

"بایعت تسعة وامسکت عن هذا فقال ان علیه تمیمة -- و قال من تعلق تمیمة فقد اشرک" (مسند احمد ۱۵۶/۴)

اب تمیمہ عام ہے اس کا اطلاق منکے یا اس سے ملتی جلتی اشیاء پر بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ علامہ خطابی کا بیان گزر گیا۔ اب اس حدیث کے ابہام کو امام طحاوی کی بیان کردہ روایت نے رفع کر دیا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

• فنظرنا فاذافی عضدہ سیر من لحی شجرۃ او شی من الشجرۃ (شرح معانی الآثار ۳۲۵/۴)

جس پر اللہ کے رسول تمیمے کا اطلاق کر رہے ہیں دراصل وہ درخت کی چھال کا دھاگہ یا درخت کی کوئی اور چیز تھی۔

اب کیا خیال ہے آپکا تسلی ہو گئی یا نہیں۔

نہ تم طعنے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

19-18 لیجئے تعویذ لکھ کر پلانے کا دوسرا فتویٰ جو لیث اور مجاہد سے آتا ہے

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا هشام عن خالد عن ابی قلابة عن لیث و مجاهد، انهمالم یریا بأساً ان یکتب آیة من القرآن ثم یسقاه صاحب الفزع" (مصنف ابن ابی شیبه ٨/٢٨)

"لیث اور مجاہد بیمار کو قرآن کی آیت لکھ کر پلانے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔

20۔ اسی طرح مولانا عبدالستار صاحب دہلوی نے قرآن مجید کے حاشیہ ص 355 پر حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی شفا چاہے تو قرآن کی کسی آیت کو کسی صحیفے پر لکھ لے اور اسے بارش کے پانی سے دھوئے اور اپنی بیوی کے مال مہر سے اس کی اپنی رضامندی سے شہد خرید لے اور اسے پی لے۔

عثمانی۔ ابراہیم نخعی رقی میں پھونک مارنے کے تو قائل نہیں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ کے قول کی وجہ سے تو اس کے قائل ہو گئے ہوں گے کہ قرآنی آیات کا مریض کو پانی پلایا جائے۔"

محمدی۔ نہیں وہ اس کے بھی مخالف ہیں۔ چنانچہ مصنف، ابن ابی شیبہ میں ہے۔

"عن ابراهیم انه سئل عن رجل کان بالکوفة یکتب آیات من القرآن فیسقاه المریض فکره ذلک" (ص ٢٩ ج ٨)

ابراہیم نخعی سے ایک آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جو کوفہ میں رہتا تھا اور مریضوں کو قرآن کی آیات لکھ کر پلایا کرتا تھا آپ نے اس فعل کو ناپسند کیا حالانکہ ابن قیم فرماتے ہیں۔

٢١۔ "ورای جماعة من السلف ان یکتب له الآیات من القرآن ثم

یشربها" (الطب النبوی ص ١٣٣)

سلف میں سے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ قرآنی آیات کو لکھ کر مریض کو پلایا جائے۔ سلف میں سے حضرت علیؓ، ابن عباسؓ اور مجاہد کی روایات تو گزر گئیں۔ ابن قیم محدث ابوقلابہ کا عمل بھی بیان کرتے ہیں۔

٢٢۔ "وقال ایوب رایت ابا قلابة کتب کتاباً من القرآن ثم غسله بماء وسقاه رجلاً کان به وجع" (الطب النبوی ص ١٣٣)

ابوایوب کہتے ہیں کہ میں نے ابوقلابہ کو دیکھا۔ انہوں نے قرآن کی آیت لکھیں پھر اسے پانی سے دھویا اور ایک مریض کو پلایا"

لہذا اتنی روایات کے مقابلے میں اکیلے ابراہیم نخعی کی بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت علیؓ اور بہت سے تابعین تو تعویذ لکھ کر بیماری کے لیے استعمال کیا کرتے تھے۔ لیجئے تعویذ سے تعوذ کا ایک اور طریقہ یہ حضرت حسین کے پڑپوتے ہیں۔ ان کا تعویذ تفسیر درمنثور میں منقول ہے۔

"واخرج ابن عساکر و ولده القاسم فی کتاب آیات الحرز عن العباس بن المنقری رضی الله عنه قال قدم حسین بن زید بن علی بن حسینؓ بن علیؓ ابن ابی طالب رضی الله عنهما المدینة حاجاً فاحتجنا الیٰ ان نوجه رسولا و کان فی الخوف فابی الرسول ان یخرج و خاف علی نفسه من الطریق فقال الحسین رضی الله عنه انا اکتب لک رقعة فیها حرز لن یضرک شی ان شاء الله تعالیٰ فکتب له رقعة ، وجعلها الرسول فی صورته فذهب الرسول فلم یلبث ان جاء سالماً فقال مررت بالاعراب یمینا و شمالاً فما هیجنی منهم احد والحرز عن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین عن ابیهؓ عن جده علیؓ ابن ابی طالب و ان هذا الحرز کان انبیاء یتحرزون به من الفراعنة" (ص ١٨٦ ج ٢ در منثور)

حسین رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے حج کے دوران مدینہ تشریف لے گئے۔ وہاں ان کو کسی کام کے لئے کسی آدمی کو بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ زمانہ خوف کا تھا۔ وہ آدمی کہنے لگا میں نہیں جاتا۔ مجھے دشمنوں سے اپنی جان کا خوف ہے۔ تو حضرت حسین نے کہا کہ میں تجھے ایک تعویذ لکھ دیتا ہوں انشاء اللہ تجھے کوئی چیز ضرر نہ پہنچائے گی چنانچہ انہوں نے وہ تعویذ لکھ کر دے دیا اور وہ آدمی اسے لے کر چلا گیا۔ جس کام کے لیئے بھیجا تھا وہ کام کر کے صحیح وسالم آگیا۔ کہنے لگا راستے میں مجھے دائیں بائیں بہت (دشمن) ملے مگر کسی نے کچھ ایذا نہ دی۔

یہی تعویذ حضرت حسن کے دوسرے پوتے امام جعفر سے بھی منقول ہے۔ فرماتے ہیں اس حرز کے ذریعے انبیاء علیہم السلام اپنے دشمنوں سے بچاؤ حاصل کرتے تھے۔

23۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں

"ھذا کلہ فی تعلیق التمائم وغیرھا مما لیس فیہ قرآن او نحوہ واما مافیہ ذکراللہ فلا نھی فیہ فانہ انما یجعل للتبرک بہ والتعوذ باسمائہ وذکرہ (فتح الباری)

یعنی یہ تمام منکے وغیرہ لٹکانے کے بارے میں ہے جس میں قرآن یا کوئی دعا و ذکر الہی نہ ہو اور جو تعویذ ایسا ہو کہ اس میں ذکر الہی ہو تو اس سے ممانعت نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اسماء الہی اور ذکر الہی سے تبرک و تعوذ حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

24۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں

"فان کتابتہ نافعۃ ورخص جماعۃ من السلف فی کتابۃ بعض القرآن وشربہ وجعل ذلک من الشفاء الذی جعل اللہ فیہ (زادالمعاد "حرف کاف" (۴/۳۵۸)

یعنی تعویذ لکھنا نافع ہے سلف صالحین کی ایک جماعت نے قرآن لکھ کر پلانے کی رخصت دی ہے اور اسے موجب شفا قرار دیا ہے جو اللہ نے اس میں رکھ دی ہے

25۔ پھر امام ابن تیمیہ کے بارے میں فرماتے ہیں

"کان شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ یکتب علی جبھتہ "وقیل یا ارض ابلعی ماءک ویا سماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر" وسمعتہ یقول کتبتھا لغیر واحد فبرأ" (زادالمعاد ۴/۳۵۸)

امام ابن تیمیہ شیخ الاسلام نکسیر کا یہ تعویذ دیا کرتے تھے کہ مریض کی پیشانی پر مندرجہ بالا آیت لکھ دیا کرتے تھے اور میں (ابن قیم) نے سنا کہ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں نے کئی ایک آدمیوں پر اس کا تجربہ کیا سب کو صحت حاصل ہو گئی

26۔ شرح تاج جامع الاصول 213/3 پر ہے

واذا کانت من القرآن واسماء اللہ لا شی فیھا

اور جب قرآن اور اسمائے الہی لکھے جائیں تو کوئی حرج نہیں

27۔ فتح الربانی شرح مسند احمد 187/17 پر ہے

فلا یدخل فی ذلک ماکان من اسماء اللہ وکلامہ ولا من علقھا متبرکا باللہ عالماً انہ لا کاشف الا اللہ فلا بأس بہ

اللہ کے اسماء اور کلام اس شرک میں داخل نہیں ان کو تبرکاً باللہ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں

28۔ ترغیب کے حاشیہ 310/1 پر علامہ مصطفی محمد عمارۃ لکھتے ہیں

ولا مانع ان تعلق ورقۃ فیھا آیۃ قرآنیۃ او احادیث نبویۃ ایضاً علی قصدالتبرک والمحبۃ والتقرب الی اللہ بطاعتہ

کسی کاغذ پر آیت قرآنی یا ادعیہ مسنونہ بقصد تبرک و محبت و تقرب الہی لکھ کر لٹکانے سے کوئی دلیل منع نہیں کرتی۔

محمدی۔ اب بتلایئے تعویذ لکھنے اور اس کا فتوی دینے والے کتنے افراد ہیں اور ان کا مقام کتنا بلند ہے۔ سعید بن المسیب تابعی کو ہی لے لیجئے جو فقہا سبعہ میں سے ہیں اور امام ذہبی اور حافظ ابن حجر ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"الامام شیخ الاسلام، فقیہ المدینۃ اجل التابعین سمع من عمرؓ و علیؓ و صہیبؓ وعثمانؓ و زیدؓ بن ثابت و عائشہؓ و سعدؓ و ابی

ہریرةؓ (تذکرہ الحفاظ ص ۵۴ ج۱)

روی عن حکیم بن حزامؓ و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ و ابن عمرو بن العاصؓ، ابی ذرؓ و ابی الدرداءؓ و حسانؓ بن ثابت و ابن عمروؓ، بن زید و اسماءؓ بنت عمیس و حولہ بنت حکیم و فاطمہؓ بنت قیس و ام سلیمؓ و ام شریکؓ" (ص ۸۴ ج ۴، تہذیب التہذیب)

واسع العلم، وافرالحرمتہ،متین الدیانۃ قوالابالحق، فقیہ النفس قال ابن عمر، سعید بن المسیب ہو واللہ احد المفتیین (المتقنین) و قال قتادۃ و مکحول و الزہری مارایت احداً اعلم من سعید بن المسیب ، قال علی بن المدینی لااعلم فی التابعین اوسع علما من سعید ہو عندی اجل التابعین - اخذ علمہ عن زیدؓبن ثابت و سعدؓ بن ابی وقاص و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ۔ قال الزہری ،کان سعید اعلم الناس بقضاء عمرؓو عثمانؓ (تذکرۃ الحفاظ ص ۵۴ ج ۱)

اتنے کثیر صحابہ سے ملاقات ہوئی۔ علم حاصل کیا اور روایت کی۔ علم کے سمندر، قابل صد احترام دیانت دار فقیہہ اور حق گوئی جن کا شیوہ تھا اور بقول زہری، قتادہ، علی بن مدینی اور مکحول کے علم میں تابعین میں سے کوئی بھی ان کا ہمسر نہ تھا۔ عمرؓ و عثمانؓ کے فیصلوں کا علم سب سے زیادہ انہی کو تھا۔ اور پھر شیخ الاسلام، فقیہہ المدینہ اور اجل تابعین ہونے کے علاوہ عبداللہ بن عمر صحابی رسول کی ان کے بارے میں یہ گواہی ان کی عظمت کی دلیل ہے۔

ابن عمر اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تو مفتی تھے۔ ماہرین فن تھے۔"

دارالافتاء کے مفتی پر بھی یہی فتوے' لگے گا جبکہ وہ

"یامر بتعلیق القرآن"

قرآنی تعویذ لٹکانے کا حکم دے رہے ہیں کیونکہ بقول شاہ محمد جاہل لوگوں کو تعویذ لٹکانے کا وعظ کرنا بھی بدعت اور گمراہی ہے "شریعت سازی ہے اور شریعت سازی کفر و شرک ہے اور شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے۔ (حقیقت تعویذ ص 32)

سعید بن المسیب اکیلے تو نہیں ان کے ساتھ بہت سے لوگوں کو کافر و مشرک بنانا پڑے گا مثلاً سعید بن جبیر تابعی جن کی فضیلت میں امام ذہبی یوں گویا ہوتے ہیں۔

"الفقیہ احد الا علام سمع ابن عباسؓ و عدیؓ بن حاتم و ابن عمرؓ و عبداللہؓ بن مغفل " تذکرۃ الحفاظ ج، ۱ ص ۷۶"

روی عن ابن الزبیرؓ و ابن معقل و ابی مسعودؓ الانصاری وابی سعید الخدریؓ و ابی ہریرہؓ و ابی موسی الاشعریؓ والضحاک بن قیس و انسؓ و عائشۃؓ " ج ۴ ص ۱۱ تہذیب التہذیب "

وکان ابن عباسؓ اذا حج اہل الکوفۃ و سائوہ یقول الیس فیکم سعید بن جبیر و عن اشعث بن اسحاق قال کان یقال لسعید بن جبیر جہبذ العلماء

و قال میمون بن مہران وما علی ظہر الارض رجل الا وہو یحتاج الی علمہ " تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۷۶"

اتنے کثیر صحابہؓ سے سماعت اور روایت کی۔ سعید بن جبیر جہبذ العلماء تھے اور بقول میمون بن مہران، روئے زمین پر کوئی شخص بھی ایسا نہ تھا جو سعید بن جبیر کے علم کا محتاج نہ ہو۔ اور پھر ابن عباسؓ جو صحابی رسول اور ترجمان القرآن تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئیے دین میں سمجھ بوجھ اور قرآن کی تفسیر کی دعا کی اور حضرت عمرؓ انہیں کبار صحابہ (جو مجلس شوریٰ کے ممبران تھے) کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ یہی صحابی جب کوفہ گئے تو لوگوں نے ان سے مسائل پوچھنا شروع کیئے۔ تو ابن عباسؓ فرمانے لگے، کیا تم میں سعید بن جبیر نہیں ہے مجھ سے کیوں مسائل پوچھتے ہو، یعنی یہ صحابی رسول بھی لوگوں کو سعید بن جبیر سے استفادہ کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں کیا ابن عباسؓ کا یہ قول سعید بن جبیر کی علمیت کے لئے کافی نہیں۔"

کیا سعید بن جبیر پر بھی کفر و شرک کی مہر لگے گی جبکہ وہ "یکتب التعویذ" تعویذ لکھتے

تے کیونکہ ان حضرت کے نزدیک تعویذ لکھنا بدعت اور گمراہی ہے۔ اور شریعت سازی ہے اور شریعت سازی کفر و شرک ہے اور شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے۔" (حقیقت تعویذ ص 32)

اسی طرح عطاء تابعی بھی اس جرم میں شریک ہیں۔ اگر یہ جرم ہے ان کی فضیلت بھی سن لیں۔

"سمع عائشةؓ و ابا هريرةؓ، و ابن عباسؓ و ابا سعيدؓ و ام سلمةؓ " " تذكرة الحفاظ ج ١، ص ٩٨"

روى عن ابن عمرؓ و ابن الزبيرؓ و معاويةؓ و اسامةؓ بن زيد و جابرؓ بن عبدالله و زيدؓ بن ارقم و عبدالله بن السائب المخزومى و عقيل بن ابى طالب و محمد بن مسلمة و رافع بن خديج و ابى الدرداءؓ و ام هانى" (تهذيب التهذيب ج ٧، ص ٢٠٠)

قال ابو حنيفة مارايت احداً افضل من عطاء۔ قال محمد بن عبدالله مارايت مفتياً خيراً من عطاء و قال عبداللهؓ بن عباسؓ يا اهل مكة تجتمعون على و عندكم عطاء، و عن عمر و بن سعيد عن ابيه قال قدم ابن عمرؓ مكة فسألوه فقال تجتمعون لى المسائل وفيكم عطاء، و قال الذهبى مناقب عطاء فى العلم والزهد والتاله كثيرة" (تذكرة الحفاظ ج ١ ص ٩٨)

عن عطاء قال ادركت مأتين من الصحابة، و انتهت اليه الفتوى اهل مكة والى مجاهد فى زمانهما و اكثر ذلك الى عطاء، فى زمن بنى امية صائحا يصيح لا يفتى الناس الا عطاء " و قال ربيع فاق عطاء اهل مكة فى الفتوى عن ابى حنيفة قال مارايت فيمن لقيت افضل من عطاء و مارايت خيراً مفتياً من عطاء " رتهذيب التهذيب ج ٧/ ٢٠٠)

اتنے کثیر صحابہ سے ملاقات ہوئی اور روایت کی۔ خود بھی کہتے ہیں کہ 200 صحابہ کو میں

نے دیکھا ہے۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں میں نے عطا سے افضل کوئی نہیں دیکھا۔ امام ذہبی کہتے ہیں کہ علم اور تقوے اور خدا پرستی میں عطا کے مناقب کثیر ہیں۔ اہل مکہ کے فتوے مجاھد اور عطا کے زمانے میں، ان دونوں کے پاس ہی آتے تھے۔ لیکن اکثر فتوے عطاء سے پوچھے جاتے تھے۔ بنی امیہؓ کے زمانے میں منادی کرنے والا منادی کرتا تھا کہ لوگوں کو سوائے عطاء کے کوئی فتویٰ نہ دے۔

حضرت عطاء کی فضیلت کے لیئے ابن عباسؓ اور ابن عمرؓ صحابی رسول کا یہی کہنا کافی ہے "جب لوگ ان سے مسائل پوچھنے کے لئے جمع ہوگئے کہ "تم مسائل لے کر ہمارے پاس آتے ہو جبکہ تم میں عطاء موجود ہے۔"

مکہ میں عطاء کے فتوے کو سب پر فوقیت تھی۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں میں نے جن سے ملاقات کی ان میں عطاء سے افضل کسی کو نہ پایا عطاء سے بہتر مفتی نہیں دیکھا اور عطاء فتویٰ دیتے وقت اتنی احتیاط کرتے کہ بقول عبدالعزیز بن رفیع کے

"سئل عطاء عن مسئلة فقال لا ادرى فقيل له الا تقول برايك قال انى استحيى من الله ان يدان فى الارض برائى " (تهذيب التهذيب ج ٧، ص ٢٠١)

عطاء سے ایک مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے کہا میں نہیں جانتا۔ تو اس شخص نے کہا اپنی رائے سے بتلادو تو عطا کہنے لگے۔ مجھے رب سے شرم آتی ہے۔ کہ میری رائے کو روئے زمین پر دین بنالیا جائے۔

اب عطاء جن کا فتویٰ مکہ میں چلتا تھا اور بنی امیہ ان کے فتوے کے محتاج تھے اور ابن عمرؓ و ابن عباسؓ صحابی رسول نے بھی عطاء سے فتویٰ لینے کی ترغیب دی اور وہ فتوے دیتے وقت اتنی احتیاط کرتے کہ قیاس نہ کرتے۔ ان کا تو یہ فتویٰ ہے۔

"لا بأس ان يعلق القرآن"

"کہ قرآنی تعویذ لٹکانے میں کوئی حرج نہیں۔

اب اس کے مقابلے میں زبردستی کے مفتی شاہ محمد کا بھی فتویٰ سن لیں۔

"تعویذ قرآنی ہو یا غیر قرآنی شرکیہ فعل ہے اس قسم کے مشرک کو مشرک کہنا بھی ضروری ہے۔ "حقیقت تعویذ ص 87"

ان کے اصول کے تحت علماء اپنے فتوے سے شرک پھیلانے میں مدد کر رہے ہیں بتلائیے کیا فرد جرم عائد کریں گے ان پر؟

اسی طرح محمد بن سیرین تابعی کو لے لیجئے جن کے بارے میں امام ذہبی فرماتے ہیں۔

"سمع محمد ابا ہریرۃؓ وعمرانؓ بن حصین و ابن عباسؓ و ابن عمرؓ" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۷۸)

روی عن انسؓ بن مالک و زیدؓ بن ثابت والحسنؓ بن علیؓ بن ابی طالب و جندبؓ بن عبداللہ و حذیفۃؓ بن الیمان و رافعؓ بن خدیج و سلیمان بن عامر و سمرۃؓ بن جندب و عثمانؓ بن ابی العاص و کعبؓ بن عجرۃ و معاویۃؓ و ابی الدردا و ابی قتادۃؓ و عائشۃؓ" (تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۲۱۴)

قال الذہبی و کان اماماً غذیر العلم قال مورق العجلی ما رایت احداً افقہ فی ورعہ و اورع "فی فقہہ من ابن سیرین، قال ابوقلابۃ من یطیق مثل ما یطیق محمد یرکب مثل حد السنان و قال ؟ ابن عون لم ترعینای مثل ابن سیرین" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۷۸)

اتنے کثیر صحابہ سے روایت کرنے والا اور مختلف صحابہ سے ملاقات کرنے والے محمد بن سیرین امام بھی تھے اور علم کے پہاڑ بھی۔ اور مورق العجلی کہتے ہیں۔ میں نے پرہیزگار ہوتے ہوئے سب سے بڑا فقیہ اور سب سے بڑا فقیہ ہوتے ہوئے سب سے بڑا پرہیزگار محمد بن سیرین کے سوا کوئی نہ دیکھا۔ ابوقلابہ کہتے ہیں جو کچھ محمد بن سیرین کرتے ہیں دوسرا کون کر سکتا ہے وہ تلوار کی دھار پر چڑھ جاتے ہیں اور بقول ابن عون، ابن سیرین جیسا میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ کیا ایسا علم رکھنے والا جس کے دور میں اس کا کوئی مقابل نہیں تھا اس پر بھی کفر و شرک کا فتویٰ لگے گا کیونکہ وہ بھی۔

"لا یری باساً بالشئی ۰ من القرآن"

قرآنی تعویذ کو جائز سمجھتے تھے۔ اور حضرت وادی سون کا دارالافتاء اس طرح گرجتا اور برستا ہے۔

"تمیمہ من القرآن مروجہ تعویذ ہے اور حرام ہے اور وہ بھی گلے لٹکانا شرک اور حرام و کفر ہے۔ "حقیقت تعویذ ص 85"

اسی طرح مجاہد تابعی کا بھی یہی وطیرہ ہے امام ذہبی فرماتے ہیں۔

"سمع سعدؓ و عائشہؓ و اباہریرہؓ وام ھانی و عبداللہؓ بن عمرو ابن عباسؓ ولازمہ مدۃ و قرأ علیہ القرآن" (تذکرۃ الحفاظ ج 1، ص 92)

روی عن علیؓ وسعد بن ابی وقاصؓ والعبادلۃ الاربعۃؓ ورافع بن خدیجؓ واسیدؓ بن ظہیر وابی سعید الخدریؓ وام سلمۃؓ و جویریۃ بنت الحارثؓ و جابرؓ بن عبداللہ" (تہذیب التہذیب ج 10۔ ص 42)

قال الذہبی کان احد اوعیۃ العلم قال قتادۃ اعلم من بقی بالتفسیر مجاہد" (تذکرۃ الحفاظ ج 1 ص 92)

اتنے کثیر صحابہ سے سنا اور روایت کی۔ خاص طور پر ابن عباس کے ساتھ رہے اور انہیں قرآن سنایا۔ مجاہد علم کا خزانہ تھے اور بقول قتادہ مجاہد اپنے زمانے میں قرآن کی تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔ کیا مفسر قرآن پر بھی کافر و مشرک کا ٹھپہ لگا دیا جائے گا۔ کیونکہ مجاہد بھی۔

"یکتب الناس التعویذ فیعلقہ علیہم"

صرف تعویذ لکھتے ہی نہ تھے بلکہ لوگوں کے گلے میں بھی لٹکاتے تھے۔ اب ذرا شاہ محمد کا تبصرہ بھی سن لیں، اس عمل پر"

"قرآنی تعویذ لٹکانے کا ثبوت قرآن و سنت سے نہیں ملتا۔ لہذا یہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی تعویذ فروشوں کو جہنم میں لے جائے گی۔"

اب خود سوچئے یہ تابعین صرف تعویذ لکھتے ہی نہ تھے بلکہ تعویذ دیتے بھی تھے۔

اب ان تابعین کا عمل بدعت اور گمراہی ہے جس کی وجہ سے بکلیہ شاہ محمد ان کو جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔ یہ ان کو جہنم کا راستہ دکھلا رہے ہیں۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

"عن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تمس النار مسلماً من رانی او رای من رانی" (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی ص ۵۵۴)

اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھ کو دیکھا یا جس نے اس کو دیکھا جس نے مجھ کو دیکھا "مجھ کو دیکھنے والا اصحابی اور جس مسلمان نے صحابہ کو دیکھا انہیں تابعی کہا جاتا ہے۔ اب بتلایئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مانیں یا شاہ محمد ربانی وادی سون کا۔

اسی طرح ابو جعفر الباقر تابعی جو مشہو ائمہ اہل بیت میں سے ہیں ان کا نام بھی اسی تعویذ لکھنے اور لٹکانے والوں کی فہرست میں آتا ہے۔ امام ذہبی فرماتے ہیں۔

"روی عن ابن عباسؓ و جابر بن عبداللہ و عبداللہ بن جعفر وعدہ النسائی و غیرہ فی فقھاء التابعین" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۱۲۴)

قال ابن البرقی فقیھا فاضلاً قال العجلی مدنی تابعی ثقۃ" (تہذیب التہذیب ج ۹، ص ۳۵۰)

مختلف صحابہ سے روایت کرنے والے اور امام نسائی عجلی اور دوسرے لوگوں نے انہیں فقہا تابعین میں شمار کیا ہے یہ فاضل فقیہہ تھے۔ اب بتلایئے ادھر تو یہ فتویٰ بھی موجود ہے۔

"اگر قرآنی تعویذ لکھنا، باندھنا، بیچنا حرام ہے اور شرک و بدعت ہے تو جید علماء اور مفسرین جو لکھتے تھے اور لکھتے ہیں ان کے بارے میں آپ کا کیا نظریہ ہے" (حقیقت تعویذ ص ۱۰۱)

یعنی بتلایئے کہ جہنم کے کس طبقے میں انہیں رکھا جائے گا حالانکہ یہ فقہا تابعین میں سے ہیں اور تابعین جن کی فضیلت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یاتی علی الناس زمان فیغزو فئام من الناس فیقولون ھل فیکم من

صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - فیقولون نعم فیفتح لھم ثم یاتی علی الناس، زمان فیغز و فئام من الناس فیقال ھل فیکم من صاحبؓ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقولون نعم فیفتح لھم" (مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ ص ۵۵۳)

"ایک زمانہ آئے گا۔ لوگوں میں سے ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی۔ وہ کہیں گے دیکھو تم میں سے کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہے۔ لوگ جواب دیں گے ہاں! تو انہیں فتح نصیب ہوگی۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں میں سے ایک جماعت جہاد کے لئے جائے گی۔ پس کہا جائے گا کیا تم میں سے کوئی تابعی ہے۔ لوگ کہیں گے ہاں! انہیں فتح دی جائے گی"

اب بتلایئے جن تابعین کی برکت کی وجہ سے اللہ فتح دیتا ہے۔ شاہ محمد انہیں جہنم رسید کر رہا ہے۔

اس طرح تبع تابعین ہیں جن میں ابو قلابہ بھی ہیں جو قرآنی تعویذ لکھتے، اسے پانی سے دھو کر اس کا دھون مریض کو پلاتے جن کے بارے میں امام ذہبی اور ابن حجر فرماتے ہیں۔

"روی عن سمرۃ بن جندبؓ و ثابتؓ ابن الضحاک و انسؓ بن مالک و زھدم بن مضرب وعمروؓ بن سلمۃ" (تذکرۃ الحفاظ ج ۱، ص ۹۶)

روی عن ابی زیدؓ و عمرؓ بن اخطب و عمرؓ بن سلمۃ الجری و مالکؓ بن حویرث و زینبؓ بنت ام سلمۃ و معاویۃؓ وھشامؓ بن عامر و النعمانؓ بن بشیر و ابی ھریرۃؓ" (تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۲۲۵)

قال مسلم بن سیار لوکان ابو قلابۃ من العجم لکان قاضی القضاۃ و قال ابن سیرین ذاک اخی حقاً و قال ایوب کان واللہ من الفقھا ذوی الالباب ما ادرکت بھذا المصر رجلا کان اعلم بالقضاء من ابی قلابۃ" (تہذیب التہذیب ج ۵، ص ۲۲۵)

اتنے کثیر صاحبہ اور دوسرے لوگوں سے روایت کرنے والے ابو قلابہ جن کے بارے میں مسلم بن سیار نے کہا کہ اگر وہ عجم میں ہوتے تو چیف جسٹس ہوتے۔ محمد ابن سیرین نے کہا، میرے بھائی کی یہ بات حق ہے۔ ایوب کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم یہ فہیم فقہا میں سے تھے۔ فیصلوں کے بارے میں میں اس شہر میں ان سے زیادہ عالم نہیں پاتا۔

ان کا بھی وہی جرم ہے جو اوپر گزرے ہوئے تابعین کا تھا۔ کیا ان پر بھی وہی فتویٰ لگے گا حالانکہ تبع تابعین کی برکت کی وجہ سے بھی فتح حاصل ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ متفق علیہ ص ۵۵۳)

عثمانی۔ خیر ان افراد پر کفر و شرک کا فتویٰ لگا کر نہ انہیں مشرک و کافر بنایا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی جہنم رسید کیا جا سکتا ہے۔ کیا ان کے تمام دلائل ضعیف میں کیا کوئی صحیح حدیث نہیں؟

محمدی۔ ایک صحیح حدیث جس سے یہ حضرات لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے تعویذ کو ناجائز کہا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ پھر اس کا ترجمہ اور تشریح ان کے گرو کے قلم سے ہی ملاحظہ فرمائیے۔ مسعود عثمانی لکھتا ہے۔

"اقبل الیہ رھط فبایع تسعة و امسک عن واحد فقالو یا رسول اللہ بایعت تسعة وامسکت عن ھذا فقال ان علیہ تمیمة فادخل یدہ فقطعھا فبایعہ ، و قال من تعلق تمیمة فقد اشرک" (ترمذی ج ۲، ص ۲۸)

"مستدرک حاکم ج ۴، ص ۲۱۹ ،مسند احمد ج۴، ص ۱۵۶"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جماعت آئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے نو سے بیعت لے لی۔ اور ایک کو چھوڑ دیا۔ لوگوں نے کہا اے اللہ کے رسول! آپ نے نو سے بیعت لے لی اور ایک کو چھوڑ دیا۔ ارشاد فرمایا کہ اس سے اس لیئے بیعت نہیں لی کہ وہ تعویذ پہنے ہوئے ہے۔ یہ سن کر ان صاحب نے ہاتھ اندر ڈال کر تعویذ کو توڑ ڈالا۔ اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی بیعت لے لی اور فرمایا اور جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا"

اب عثمانی صاحب کا ذرا تبصرہ سن لیں اس حدیث پر

کیا یہ حدیث نہیں بتلاتی کہ ہر قسم کا تعویذ ناجائز ہے۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کم سے کم یہ تو ضرور دریافت فرما لیتے کہ یہ تعویذ جو تم نے لٹکایا ہے اس میں قرآن تو نہیں لکھا ہوا ہے۔ اسماء الٰہی تو نہیں۔ مطلق تعویذ دیکھ کر آپ کا بیعت نہ کرنا کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ آج کے فن دینداری کے ماہر اپنے کاروبار کے لیئے جو مختلف عذر پیش کرتے ہیں وہ سارے کے سارے عذر ہائے لنگ کے علاوہ کچھ نہیں۔" (تعویذ گنڈا شرک ہے ص ٦)

دیکھئیے ترجمے میں کتنی بے ایمانی سے کام لیا گیا۔ ایک تو تمیمہ کے معنی تعویذ کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعویذ دیکھ کر بیعت نہیں کی اور اسے شرک کہا اور پھر دوسرا غضب یہ کیا کہ لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈال دیا کہ جو شخص بیعت کرنے آرہا ہے اس کے گلے میں ہو سکتا ہے قرآنی تعویذ یا اسماء الٰہی ہوں۔ آپ نے وہ بھی تڑوا دیا۔ سوچیں! اس وقت کفر سے اسلام میں آنے کے لئے بیعت کی جاتی تھی۔ کیا کافر قبل از اسلام ہی گلے میں قرآنی تعویذ ڈالے پھر رہا تھا۔ اور پھر کافر کو قرآنی تعویذ کس نے لکھ کر دیا۔ کافر پر دم کرنا تو ثابت ہے کیونکہ یہ دم اس کے ساتھ چپکا نہیں رہتا۔ جس صحابی نے مشرک کو قرآنی تعویذ لکھ کر دیا کیا انہوں نے یہ نہیں سوچا۔

"انما المشر کون نجس"

"مشرک نجس ہوتا ہے"

جب ابوسفیان کی بیٹی ام سلمة نے اپنے باپ کو اس کے اسلام لانے سے قبل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بھی بیٹھنے نہیں دیا تو صحابی نے قرآن کی یہ توہین کیسے برداشت کر لی۔ کیا یہ سارا قبیلہ کہیں سے اس صحابی کا نام پتہ تلاش کر کے دے سکتا ہے جس نے قرآنی تعویذ لکھا۔ اگر اب بھی یہ یہی کہیں کہ نہیں جناب "وہ قرآنی تعویذ ہی تھا تو یہ کہنا چھوڑ دیں کہ قرآنی تعویذ بعد کی ایجاد ہے اور اس بات سے بھی توبہ کریں کہ کسی صحابی کا نام قرآنی تعویذ کے قائلین میں لینا صریح ظلم ہے۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
بات ان کی ہے زباں میری

ستم ظریفی دیکھئیے یہ تو کافر کے گلے میں لٹکے ہوئے منکے کو قرآنی تعویذ کا نام دینے کی کوشش کرتے ہیں (حالانکہ یہ ناممکنات میں سے ہیں) یہاں مسلمان گلے میں منکے لٹکائے طواف کعبہ کررہے ہیں۔)

عثمانی۔ مشرک کے گلے میں تو قرآنی تعویذ واقعی ناممکنات میں سے ہے کیا مسلمان کے گلے میں منکا لٹکا ہوا ناممکنات میں سے نہیں۔

محمدی۔ نہیں! یہ ممکنات میں سے ہیں اس لئے کہ اللہ فرماتا ہے۔

"وما یومن اکثر هم با لله الا وهم مشرکون" (الآیة)

"ان کی اکثریت اللہ پر ایمان لانے کے باوجود شرک کرتے ہیں"

اور اگر تجربہ کرنا ہے تو یہ واقعہ سنیں،

"حدثنا ابوبکر قال حدثنا عبدة عن محمد بن سوقة ان سعید بن جبیر رائی انساناً یطوف بالبیت فی عنقه خرزة فقطعها۔ "مصنف ابن ابی شیبه ۸/۱۷ "

سعید بن جبیر نے ایک انسان کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا کہ اس کے گلے میں منکا لٹکا ہوا تھا۔ آپ نے اسے کاٹ دیا۔"

اسی طرح مصنف عبدالرزاق میں ہے۔

"اخبرنا عبدالرزاق عن معمر عن عبدالعزیز الجزری عن زیاد بن ابی مریم اور عن ابی عبیدة شک معمر قال رای ابن مسعود فی عنق امراته خرزاً فقد تعلقته،من الحمرة فقطعه،و قال ان آل عبدالله بن مسعود لا غنیاء عن الشرک" "۲۰۸/۱۱)

"عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی زوجہ کے گلے میں منکا دیکھا جو انہوں نے بخار کی وجہ سے لٹکا رکھا تھا تو ابن مسعودؓ نے اس کو توڑ دیا اور کہا کہ بے شک آل ابن مسعودؓ شرک سے بیزار ہیں

جب صحابی کی زوجہ جو خود بھی صحابیہ تھیں، ناواقفی کی وجہ سے منکا لٹکا سکتی ہیں یا وہ

صحابی جس نے ہاتھ میں پیتل کا چھلہ پہن رکھا تھا، ایسی غلطی کر سکتا ہے تو وہ کافر جو مسلمانی کے لئے بیعت کرنے آیا تھا اس کے گلے میں منکا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ہاں اس منکے کو قرآنی تعویذ بنانے کی کوشش کرنا حیرت انگیز بات ضرور ہے۔ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ایک دوسری روایت میں اس بات کی وضاحت آگئی ہے کہ اس شخص کے گلے میں کیا چیز تھی جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمیمے کا اطلاق کر رہے ہیں اور بیعت لینے سے انکار کر دیا تھا۔ اسے امام طحاوی بیان کرتے ہیں۔

"قال اتینا النبی اثنا عشر رجلاً فبایعناه و ترک رجلا منالم یبایعه قلنا بایعه یا نبی الله فقال لن ابا یعه،حتی ینزع الذی علیه انه من کان منا مثل الذی علیه کان مشرکاً ما کانت علیه فنظر نا فاذا فی عضده سیر من لحی شجرة او شی من الشجرة" "شرح معانی الآثار ج ۲، ص ۳۲۵"

"راوی بیان کرتے ہیں کہ ہم بارہ افراد نبی صلی اللہ علی وسلم کے پاس آئے۔ انہوں نے ہمیں بیعت کیا اور ایک شخص سے بیعت نہ لی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بھی بیعت لیجئے تو آپ نے فرمایا میں اس سے اس وقت تک بیعت نہ لوں گا جب تک جو اس کے جسم پر ہے اسے پھینک نہ دے کیونکہ ہم میں سے جس پر جب تک وہ چیز ہے جو اس شخص پر ہے، وہ مشرک ہے۔ ہم نے دیکھا تو اس کے بازو پر درخت کی چھال کا دھاگا یا درخت کی کوئی اور چیز بندھی ہوئی تھی۔"

خود سوچئے، منکے یا اس سے ملتی جلتی چیزیں جن پر تمیمہ کا اطلاق ہو سکتا ہے اگر گلے میں لٹکانے کی بجائے بازو پر باندھ بھی لیا جائے تو بھی شرک بن جاتا ہے اس لئے کہ نہ یہ شفاء کا سبب ہیں کہ اس سے شفا ہو، اور نہ اس کے ذریعے پناہ حاصل ہوتی ہے۔ لیکن قرآن تو شفاء کا سبب بھی ہے اور اس کے ذریعے پناہ بھی پکڑی جاتی ہے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر گیا۔ یہ شرک کیسے۔ اور کوئی کہے کہ نہیں جناب قرآن لٹکانا یا باندھنا شرک ہے تو بتلائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ انگوٹھی پہنتے تھے جس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوتا تھا اور یہ قرآن کی آیت

بھی ہے تو کیا وہ تمام فتوے جو علماء اہل حدیث اور ائمہ دین پر فٹ ہوئے تھے کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فٹ کر دیئے جائیں گے؟ (نعوذ باللہ من ذلک)

اسی طرح بہتان بازی اور الزام تراشی میں وادی سون کے حضرت تو بہ ریک کومات دے چکے ہیں۔ امتی تو ایک طرف نبی پر افتراء باندھنے پر بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ یقین نہیں آتا تو اس کے یہ الفاظ خود پڑھ لیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق، دھاگہ، کڑا اور تعویذ لٹکانے سے بیماری اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ آئندہ صفحات میں تفصیل آ رہی ہے۔ " ص ۷، حقیقت تعویذ"

کیا یہ تمام الفاظ ذخیرہ احادیث میں موجود ہیں کوئی نکال کر دکھا سکتا ہے ورنہ بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم

"من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعدہ من النار" "الحدیث"

کیا ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے۔ پھر آئندہ صفحات کی تفصیل بھی اس ہی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔

"ومن تعلق ودعة فلا ودع اللہ لہ" (رواہ احمد کتاب التوحید مع الشرح ص ۱۲۵)

فرمایا۔ اور جس نے نظر بد کیلئے کوئی کوڑی لٹکائی تو اللہ تعالیٰ اس کو آرام نصیب نہ کرے۔ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے تعویذ، دھاگہ لٹکانے والوں کو واحد القہار، اور غیور اللہ تعالیٰ ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ (ص ۸ حقیقت تعویذ)

اس حدیث کے الفاظ جس حدیث کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیا اس سے یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ تعویذ لٹکانے والے کو بھی اللہ ذلیل و خوار اور اپنی رحمت سے دور کر دیتا ہے۔ یہ ہے جہالت جو مفت ملتی ہے۔

"ان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ، و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم"

ایک اور جگہ یہ فتویٰ ان الفاظ میں دیا گیا۔

"اور جو گلے میں تعویذ لٹکائے ہوئے احرام باندھتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہوئے حج کرنے جاتے ہیں ان کا حج کیسے قبول ہوگا۔ اور نماز روزوں کی قیمت کیا ہو گی۔ " (ص ۲۴ حقیقت تعویذ)

معلوم نہیں یہ اللہ سے مل کر آئے ہیں کہ ان کو مخالفین کے اعمال کی قبولیت اور غیر قبولیت تک کا علم ہے اور قیمت کا بھی اندازہ ہے یا اللہ اور رسول پر بہتان باندھا ہے اور ایک اور جگہ پر تو جھوٹ کی حد کر دی ہے۔ ایک حدیث کا ذکر کرنے سے پہلے اس پر یہ باب باندھتے ہیں،

"دھاگہ، تعویذ پہنے ہوئے اگر مر جاتا تو میں تیری نماز جنازہ نہ پڑھتا" (ص ۸۳، حقیقت تعویذ)

اب اس حدیث کے الفاظ بھی سن لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو پیتل کا کڑا پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔

"فانک لومت وھی علیک ماافلحت ابداً" (ص ۸۴ حقیقت تعویذ)

"پس اگر تو یہ کڑا پہنے ہوئے مر جاتا تو کبھی نجات نہ پاتا"

عنوان میں ان الفاظ "میں تیری نماز جنازہ نہ پڑھتا" سے مراد اس نے اپنی ذات لی ہے تو ٹھیک، اور اگر اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آپ نے یہ الفاظ کہاں فرمائے کہ میری تیری نماز جنازہ نہ پڑھتا اور کس شخص سے فرمائے۔ کیا اس نے واقعی دھاگہ تعویذ پہن رکھا تھا؟ موقوف اور مرفوع روایت کو ملا کر ایک بنا دینا اور اس سے اپنا مطلب نکالنا اس ہی کے دل گردے کا کام ہے اسی طرح تحریف میں یہ اپنے استاذ مسعود عثمانی کیماڑی والے کو بھی کوسوں پیچھے چھوڑ گیا۔ ورنہ اس کے جھوٹے الفاظ تک کی اتباع کرنا اور اس کے چبائے ہوئے نوالے چبانا اس کا وطیرہ ہے۔ اگر تجربہ کرنا ہے تو "حقیقت تعویذ" کے مندرجہ ذیل فقروں کو مسعود عثمانی کی کتاب "تعویذ گنڈا شرک ہے" کی تحریر ص ۷ سے ملائیے۔

"یہ جو کہا جاتا ہے کہ بعض صحابہ بھی ان تعویذوں کو جائز سمجھتے تھے جن میں قرآن یا اسماء اللہ تعالیٰ یا اللہ کی صفات لکھی ہوتی تھیں۔ یہ صحیح نہیں ہے اور اس سلسلے میں عمرؓ،

عبداللہ بن عمرؓ اور عائشہؓ کا نام پیش کیا جانا صریح ظلم ہے۔ "حقیقت تعویذ ص ۴۶"

ان دونوں کتابوں کی تحریروں میں سوائے ان الفاظ کے کوئی کمی بیشی نہیں حتیٰ کہ ترتیب تک وہی ہے----- "لکھی ہوتی تھی۔ یہ (حقیقت تعویذ ص ۴۶ لکھی ہوئی ہوتی تھیں (تعویذ گنڈا شرک ہے) -- یا --- عمرؓ کے نام پر ---- ؓ --- کا نشان ہے (حقیقت تعویذ ص ۴۶) --- اور یہاں رضی اللہ عنہ ہے ---- (تعویذ گنڈا شرک ہے) ------ جیسے استاد نے جہالت کا ثبوت دیا ویسا ہی شاگرد ثابت ہوا۔ حاطب اللیل ایسے ہی تو ہوتے ہیں۔ چلیں عبداللہ بن عمرو کی حدیث تو حسن درجے کی ہے۔ شاید یہ صرف صحیح ہی کو مانتے ہوں۔ لیکن حضرت عائشہؓ کا نام پیش کرنا ظلم کیسے ہے اور وہ بھی صریح۔ اگر حدیث کا علم نہ ہو تو انسان خاموشی اختیار کرتا ہے جبکہ بہت سے علماء نے حضرت عائشہؓ کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ جیسے علم سے کورا اس کا استاد مسعود عثمانی تعاویے خود، روحانی باپ نے جو کہہ دیا کہ حضرت عائشہؓ کی روایت نہیں ہے پتر کیوں نہ کہے۔ گرو کے منہ سے بات نکلے اور چیلا اس کی تائید نہ کرے یہ کیسے ممکن ہے۔ اور پھر جب حضرت عائشہؓ سے بھی قرآنی تعویذ کے جائز ہونے کا فتویٰ مل گیا تو کیا دارالافتاء کے وہ تمام فتوے جو علمائے اہلحدیث پر برسے تھے کہ

۱ تمیمۃ من القرآن مروجہ تعویذ ہے اور حرام ہے اور وہ بھی گلے لٹکانا شرک اور حرام و کفر ہے۔ (حقیقت تعویذ ص ۸۵)

۲۔ تعویذ قرآنی ہو یا غیر قرآنی شرکیہ فعل ہے۔ اس قسم کے مشرک کو مشرک کہنا بھی ضروری ہے۔ "حقیقت تعویذ ۸۷"

۳۔ مشرک کو مشرک نہ کہنا بھی کفر ہے۔ "حقیقت تعویذ ص ۸۷"

۴۔ تعویذ لکھنا، تعویذ بیچنا، اس کی کمائی کھانا جاہل لوگوں کو وعظ کرنا بھی بدعت اور گمراہی ہے اور شریعت سازی ہے اور شریعت سازی کفر اور شرک ہے۔ اور شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے۔ "حقیقت تعویذ ص ۳۲"

۵۔ قرآنی تعویذ لٹکانے کا ثبوت قرآن و حدیث سے نہیں ملتا لہذا یہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے اور گمراہی تعویذ فروشوں کو جہنم میں لے جائے گی۔ "حقیقت تعویذ ص ۲۱"

حضرت ابن عباسؓ و عائشہؓ پر بھی برسیں گے۔ حضرت عائشہؓ کی وہ فضیلت تو اپنی جگہ پر کہ جبرائیل بھی ان کو سلام کہتے۔ وہ دنیا میں بھی نبیؐ کی بیوی تھیں اور آخرت میں بھی فتوے لگانے سے پہلے ان کا علمی مقام بھی سن لیں۔

" اکبر فقهاء الصحابة۔ کان فقهاء اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يرجعون اليها، تفقه بهاجماعة اعلم الناس۔ يسالها اكابر الصحابة، مااشكل علينا اصحاب محمد حديث قط فسالنا عائشة الا وجدنا عندها منه علما۔ ان عروة يقول مارايت احداً اعلم بالطب منها، عن هشام عن ابيه قال مارايت احداً من الناس اعلم بالقرآن ولا بفريضة۔ ولا بحلال و حرام ولا بشعر ولا بحديث العرب ولا النسب عن عائشة" (تذكرة الحفاظ ص ٢٨ ج١)

اکبر فقہا، اعلم الناس، ماہر طب، فرائض، قرآن، حلال و حرام، شعر، عرب کے کلام اور نسب میں ان سے زیادہ کوئی نہ جانتا تھا۔ فقہائے صحابہؓ اور اکابر صحابہ ان سے مسئلہ پوچھنے کے لئے آتے۔ جس حدیث رسول میں صحابہؓ کو مشکل پیش آتی حضرت عائشہؓ اسے حل کر دیتیں۔"

اسی طرح ابن عباس کا ایک علمی مقام ہے۔

"دعاء النبي صلى الله عليه وسلم يفقهه الله فى الدين و علمه التاويل، قال ابن عباسؓ مسح النبي صلى الله عليه وسلم راسى دعالى بالكحمة دعى رسول الله صلى الله عليه وسلم الهم علمه، تاويل القرآن و قال ابن مسعودؓ نعم ترجمان القرآن" (تذكرة الحفاظ ج١، ص ٢٠-٢١"

جس کے لئے اللہ کے رسول نے دین میں سمجھ بوجھ قرآن کی تفسیر اور حدیث کی دعا کی اور ابن مسعودؓ انہیں بہترین ترجمان القرآن کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کیا ابن عباسؓ پر بھی فتووں کی بھرمار کر دی جائے گی کیونکہ وہ قرآن لکھ کر لٹکانا تو دور کی بات ہے اس پانی

کے جھینٹے عورت کے پیٹ اور چہرے پر مارنے کے قائل ہیں۔ اسی طرح مریض کو وہ بھی پانی پلانے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیا یہ سنت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اگر نہیں اور واقعی نہیں تو پھر کیا اسے بھی بدعت کہو گے اور اس پر "ہر بدعت گمراہی اور گمراہی جہنم میں لے جائے گی" کی حدیث چسپاں کرو گے؟

صرف یہی نہیں۔ کیا اس کو بھی تعویذ لکھ کر لٹکانے کی طرح شریعت سازی کہو گے اور اس شریعت سازی کو کفر و شرک بتلاؤ گے اور یہ شریعت سازی کر کے اس شخص پر مشرک ہونے کا فتویٰ لگاؤ گے (جیسا کہ یہ سب کچھ تعویذ لکھنے والوں کے بارے میں "حقیقت تعویذ" ص ۳۲ پر لکھا ہے) (یاللعجب)

۱۔ ابوالحسن عبداللہ مبارکپوری اس حدیث کی تخریج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"والترمذی فی الدعوات، والنسائی فی الا ستعاذة واخرجه ایضاً احمد (ج۳ ص ۴۲۹) والبخاری فی الادب المفرد (ج ۲ ص ۱۱۷) و فی تاریخ الکبیر (ج ۲ ص ٦٢) والحاکم (ج ۱ ص ٥٣٢) والبغوی (ج ٥. ص ١٦٨) وسکت عنه ابو داؤد و حسنة الترمذی و نقل المندری تحسینه، واقره و قال الحاکم حدیث صحیح الاسناد وافقه الذهبی (مرعاة المفتیح ج ٦ ص ١٢١)

۲۔ اگرچہ "جویبر" ضعیف ہے لیکن امام احمد نے ضحاک سے اس کی روایت کو "ایسر" بہت آسان کہا ہے۔ (تہذیب التہذیب ۱۰۶/۲) دار الفکر

قرآنی تعویذ کو بھی شرک کہنے والوں سے چند سوالات:

-قرآنی یا اسمائے الٰہی کے تعویذ کو علمائے حق متقدمین (صحابہ۔ تابعین، تبع تابعین، محدثین اور آئمہ کرام) میں سے کس نے شرک قرار دیا

۲۔ قرآنی یا اسمائے الٰہی کے تعویذ کو جسمانی شفا کا موجب سمجھ کر لٹکانا اور اس کے ذریعے اللہ سے شفا طلب کرنے میں کونسی مخلوق کو اللہ کی ذات صفات و احکام میں شریک کیا گیا۔

۳۔ غیر شرکیہ دم جو زبان سے ادا کرنے جائز ہیں تو لکھنے جائز کیوں نہیں کیونکہ یہ مسلمہ اصول ہے کہ کلام تقریراً ہو یا تحریراً ایک ہی حکم رکھتا ہے۔ مثلاً طلاق زبانی یا تحریری دینا۔ حدیث زبانی یا لکھ کر بیان کرنا

۴۔ دم اور تعویذ کے مشروع اور غیر مشروع ہونے کی ایک ہی علت ہے مشروع میں اللہ سے شفا اور غیر مشروع میں غیر اللہ سے شفا طلب کرنا ہے تو پھر دم توحید اور تعویذ شرک کیسے

۵۔ جب علاج معالجہ (دوا یا دم سے ہو) عبادات کی قسم سے نہیں کیونکہ جاہلیت کے زمانے کے غیر شرکیہ دم بالاتفاق عبادات نہیں) تو پھر تعویذ کے لئے دلیل اور نص کا مطالبہ کرنا اور اسے بدعت کہنا کیسے صحیح ہے۔

هاتوا برهانکم ان کنتم صٰدقین

"بسم الله الرحمن الرحیم"

الحمد للہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ ...... وبعد

شاہ محمد ربانی کے خلاف فیصلہ مسجد الحرام (مکۃ المکرمۃ) میں

طالب الرحمن شاہ نے قاری شاہ محمد ربانی نے مسجد الحرام میں یہ دعوی کیا کہ اپنی کتاب "تعویذ کی شرعی حیثیت" میں اصحاب کہف کے کتے کے تعویذ کو جائز قرار دیا ہے۔ اس دعوے کو ثابت کرنے کیلئے شاہ محمد ربانی کو دو گواہوں کی موجودگی میں ثالث نے کتاب (مذکورہ) دی۔ لیکن شاہ محمد ربانی کتاب کا مطالعہ کرنے کے باوجود اپنا دعوی ثابت کرنے میں قطعی طور پر ناکام رہے۔ اور مسجد الحرام میں یہ وعدہ بھی کیا کہ اس موضوع پر آئندہ کبھی تقریر یا تحریر نہیں کروں گا۔

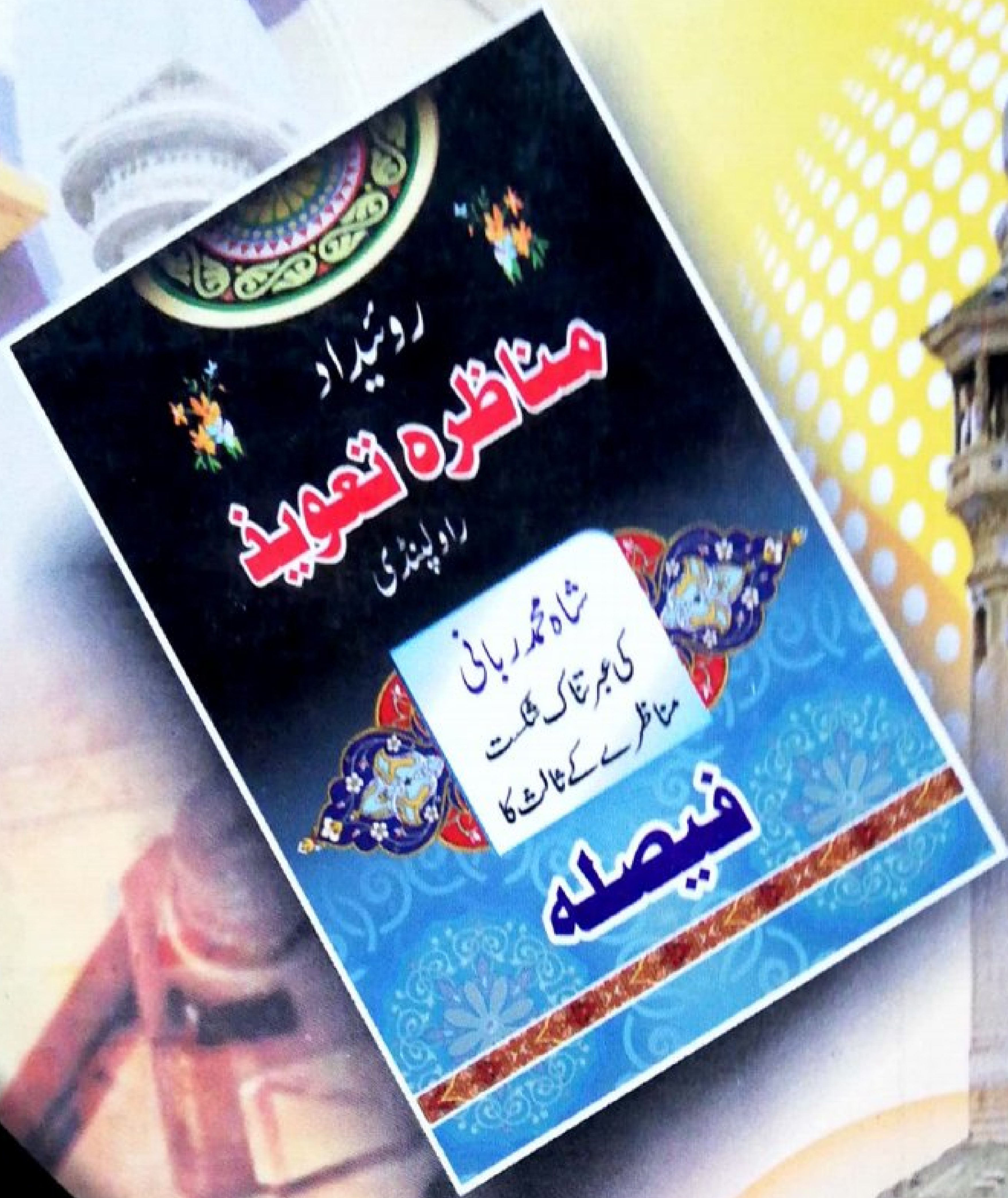
وکتبہ ثالث نمبر ۱ حافظ عبدالکریم

ثالث نمبر ۲ عبدالغفور علی محمد

۱۴۱۲/۹/۲۸

۱۴۱۲/۹/۲۸

محمد خالد خان


روئیداد
مناظرہ تعویذ
راولپنڈی
شاہ محمد ربانی
کی عبرتناک شکست
مناظرے کے ثالث کا
فیصلہ

